اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد ۳۰
شمارہ ۷
ذی القعدہ ۱۴۱۵ھ
اپریل ۱۹۹۵ء

بانی: حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ
مدیر: عبدالقیوم حقانی

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
ناظم: شفیق فاروقی

ایگزیکٹو ایڈیٹر: حافظ راشد الحق سمیع

فون نمبر ۴۳۰، ۴۳۵ (۵۲۴۹) کوڈ

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ ۱۰۰/- روپے فی پرچہ ۱۰/- روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۶/ پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۲/ پونڈ
سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نقشِ آغاز

• "اسلامی عسکریت" کے خاتمہ کیلئے وزیر اعظم کی امریکہ سے استمداد

وزیر اعظم نے اپنے مجوزہ دورۂ امریکہ پر روانگی سے قبل پاکستان میں اسلامی عسکریت کے خاتمہ کے لیے امریکہ سے خصوصی امداد طلب کرنے کی درخواست کی تھی چنانچہ ملک میں دینی مدارس کے خلاف مخصوص طریقہ اور ایک خاص حکمتِ عملی سے منصوبہ بندی اسی سلسلۂ مذموم کی پیش رفت ہے وزیر اعظم سمیت تمام سرکاری حلقے مسلسل علماء دینی قوتوں، دینی مدارس اور ان سے فارغ التحصیل ہونے والے فضلاء اور علماء کے خلاف برسرپیکار ہیں گویا یہ دور ایک طاقت ور جدیدیت اور علماء کے درمیان کشمکش اور آویزش کا معرکۂ آلارا دور ہے مغرب ہو یا پاکستان میں مغربی افکار کے علمبردار حکمران، مغربی میڈیا ہو یا مغرب زدہ مشرقی میڈیا ہو سب کا مشن اور ہدف ایک ہے وہ لوگوں کے اذہان میں یہ خیال بٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اس ملک میں فتنوں کا اگر کوئی سرچشمہ ہے تو وہ دینی عناصر، دینی جماعتیں دینی مدارس، دینی ادارے دینی حلقے اور دیندار لوگ ہیں جنہیں وزیر اعظم نے "اسلامی عسکریت" سے تعبیر کیا ہے دنیا کو نہ صرف یہ کہ اس عنصر کے عزائم سے خبردار کیا جا رہا ہے بلکہ امریکہ کو اس بات کی ببانگ دہل دعوت دی گئی ہے کہ وہ ان کے قلع قمع کرنے میں بھرپور مدد کرے۔ امریکہ اپنے اس "مشیر بے نظیر" کی درخواست اور استمداد کو کس حد تک درخور اعتناء سمجھتا ہے یا اس سلسلہ میں کیا حکمت عملی اختیار کرتا ہے اس کے متعلق فی الحال تو کچھ نہیں کہا جاسکتا مگر وزیر اعظم کے اس انداز بیان اور طریق استمداد سے حکمرانوں کے دلوں کی کدورت اور دینی عناصر کے خلاف بغض و کینہ اور حسد و عداوت کی آگ اور خاص طور پر اسلامی عسکریت (دینی مدارس جس کے علمبردار ہیں اور افغانستان میں طالبان کی تحریک جس کا نقد ثمرہ ہے) کے متعلق شدید نفرت و بیزاری اور اسے نیست و نابود کر دینے کی خواہش ایک ایک لفظ سے چھلکتی ہے۔

اگر یہ محض ایک شخص کے ذاتی خیالات ہوتے تو ہم ہرگز نوٹس نہ لیتے یہ تو ایک ذمہ دار شخصیت، ایک ملک کے وزیر اعظم، حکمران جماعت کے قائد کا بیان ہے جو خود کو عوامی نمائندہ کہتی ہیں انہیں اور ان کی پارٹی کے دیگر لیڈروں کو عوام کے قریب رہنے کا دعویٰ بھی ہے اور انہیں یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہ جو کچھ فرما رہے ہیں وہ "ایک عام آدمی" کے مشاہدہ و مطالعہ کا نتیجہ ہے اسلامی عسکریت کے خاتمہ کو وہ عوام کے دکھ درد، ان کی مشکلات۔ ان کی آرزوں اور تمناؤں کا ہدف قرار دیتے ہیں۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ ان کے یہ خیالات ایک مختصر مغربی طبقے کے خیالات تو ہو سکتے ہیں یا امریکہ بہادر اور یہودیت کی دیرینہ تمناؤں کا ہدف، معلوم نہیں انہیں عوام کا دینی عناصر کے خلاف نفرت کا علم کیسے ہوا؟ ہم نے تو عوام کو جہاں بھی دیکھا انہیں مغرب زدہ طبقے اور اسلام کے اندر ساس کی رخنہ اندازیوں اور اب وزیر اعظم کے امریکہ سے اسلامی عسکریت کے خاتمہ کی استمداد کے خلاف شدید غیظ و غضب کا اظہار کرتے ہوئے پایا۔

بعض لوگوں کو دینی عناصر کے بعض افراد سے اختلاف ہو سکتا ہے مگر دینی رہنمائی کے لیے عوام نے اسلامی عسکریت کے علمبردار "مولوی" کو چھوڑ کر کبھی بھی "مغرب زدہ مسٹر" کی پیروی نہیں کی "مولوی" جس کو دین سے بغض و عداوت رکھنے والے طبقوں نے بالکل ایک گالی بنا کر رکھ دیا ہے آج بھی عوام کی توجہ کا مرکز ہے حال ہی میں ملی یکجہتی کونسل کے قیام اور دینی عناصر کے اتحاد نے ملک میں کسی طرح امن و سکون، نیک توقعات اور روشن مستقبل کی فضا قائم کر دی ہے عوام حلال کو حرام سے ممیز کرنے کے لیے، جائز و ناجائز کے درمیان خط امتیاز کھینچنے کے لیے حق اور باطل کے مابین فرق کرنے کے لیے عبادات اور معاملات میں شریعت کے احکام معلوم کرنے کے لیے ہمیشہ "علماء" ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان کی بات پر اعتماد کرتے ہیں سر سید احمد خاں، سید امیر علی مولوی چراغ علی نواب محسن الملک علامہ اقبال قائد اعظم محمد علی جناح کے خدمات مسلّم، ان کا سیاسی تشخص ناقابلِ انکار، مگر عوام نے کسی ایک کو بھی مفتی تسلیم نہیں کیا عقائد اور احکام کے کسی مسئلے میں بھی ان کا فتویٰ جاری نہ ہو سکا۔

"علماء" کو ختم کرنے کے لیے حکومت کیا تدابیر اختیار کرتی ہے اور امریکہ اس کی استمداد کے جواب میں اس کے سامنے کیا لائحہ عمل رکھتا ہے ہمیں اس وقت اس سے کوئی بحث نہیں ہم دیانت داری سے یہ محسوس کرتے ہیں کہ وزیر اعظم کے بیانات اور "علماء" کے خاتمہ کے لیے امریکہ سے استمداد، یہ درحقیقت کسی عام آدمی کے احساسات نہیں بلکہ یہ برسر اقتدار طبقے اور خود امریکہ بہادر کی خواہش ہے جو مطالبہ کی صورت میں وزیر اعظم کی زبان پر آکر میڈیا اور قرطاس پر آگئی ہے یہ بیان مغرب کے عزائم اور ارادوں کو پوری طرح بے نقاب کرتا ہے دینی مدارس کے ساتھ حکومتی رویہ اور استمداد کے الفاظ کے تیور یہ صاف ظاہر کر رہے ہیں کہ یہ صرف ذاتی حد تک وزیر اعظم کا بیان نہیں ہو سکتا ان کی زبان عالی کا اسلوب بیان اس حقیقت کی غمازی کر رہا ہے کہ اس پردہ زنگاری میں کوئی خاص طاقت بیٹھی ہے۔

امریکہ سے مشاورت اور اس کی مجوزہ مدد اور دیئے گئے لائحہ عمل درآمد ہوتا ہے یا نہیں؟ اور ان خطوط پر چل کر بے چارے "علماء" کو کس حیرتناک انجام تک پہنچایا جاتا ہے اس بارے میں کوئی بات وثوق کے ساتھ نہیں کی جا سکتی۔ ہم تو صرف دعا کر سکتے ہیں کہ وہ پاکستان سمیت تمام مسلم ممالک کے برسر اقتدار طبقوں کو سمجھ بوجھ عطا کرے اور انہیں مغرب کے تسلط اور فریب سے بچائے البتہ مسلمانوں کے سوچنے

سمجھنے والے حلقوں کی خدمت میں ہم چند باتیں پیش کرتے ہیں تاکہ وہ ان پر غور کریں۔

پریشانی کی اصل وجہ "علماء" کا معاشرے میں غیر معمولی اثر و رسوخ ہے۔ اہل مغرب اور حکمرانوں کو یہ صدمہ لاحق ہے کہ ہمارے علماء اور ائمہ اور خطباء کا عوام سے براہ راست تعلق ہے۔ بڑے بڑے شہروں سے لے کر چھوٹے چھوٹے اور معمولی دیہات تک مساجد کا جال بچھا ہوا ہے۔ ہر قریہ اور بستی اور اس کا ہر محلہ اس نظام سے وابستہ ہے۔ مساجد و مدارس پر ان حضرات کا قبضہ ہے۔ روزانہ پانچ وقت کی نمازوں کے چھوٹے چھوٹے اجتماعوں سے لے کر جمعہ و عیدین کے عظیم الشان اجتماعات تک یہی حضرات عوام سے متعلق اور ان سے مخاطب رہتے ہیں۔ اس طرح ان کے قائم کردہ اس "ملائی نظام" کی قوت میں حیرت انگیز اضافہ ہو جاتا ہے ان کے تخیل میں یہ ایک حکومت در حکومت ہے، یہ وہ ہیں وہ اصل اسباب، جن کی وجہ سے دینی مدارس ان کے فارغ التحصیل ہونے والے فضلاء (اسلامی عسکریت) اور "علماء" اس مغرب زدہ اقلیت کی آنکھ میں خار بن کر کھٹک رہا ہے۔ چنانچہ پنجاب میں مساجد میں تقاریر اور اذان کے لیے لاؤڈ سپیکر پر پابندی کا آرڈر اسی درد و کرب کی کسک ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ ملک کے مغرب زدہ طبقے کے نزدیک اچھائی اور برائی کا معیار یورپ اور امریکہ ہے۔ وہ زندگی کے تمام معاملات کا جائزہ مغربی اقدار حیات کے نقطہ نظر سے لیتا ہے اور پھر ان کے مطابق ہر کام کی قدر و قیمت متعین کرتا ہے۔ وہ خواہ زبان سے یہ بات نہ کہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اسلام اس کے نزدیک کوئی رہنما ضابطہ حیات نہیں ہے۔ یہ جس حد تک مغربی تہذیب و تمدن کے ساتھ ہم رکاب ہو کر چل سکے، اس حد تک تو گوارا ہے اور جس مقام پر ان دونوں کے راستے مختلف ہوں۔ وہاں سے مغرب زدہ طبقہ اسے چھوڑ کر مغرب کی پیروی اختیار کرتا ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی چاہتا ہے کہ اپنے اس طرز عمل پر وہ عوام میں ہدف ملامت نہ بنے۔ اس لئے اسلام کو اپنے پیچھے گھسیٹنے کی مذموم کوشش کرتا ہے اور اس کو توڑ مروڑ کر اپنے نظریات کے مطابق ڈھالتا ہے۔ پھر جب دین کا علم رکھنے والے اس پر ٹوکتے ہیں اور ناقابل انکار دلائل سے ان کی من مانی تاویلات و تعبیرات کی غلطی واضح کرتے ہیں تو یہ جبر سے کام لے کر ان کو دباتا ہے اور نہایت ڈھٹائی کے ساتھ کہتا ہے کہ "اسلام کی تعبیر کا حق کوئی علماء کی میراث تو نہیں ہے۔"

"علماء" جس وجہ سے گردن زدنی ہیں وہ صرف یہ ہے کہ وہ مغربی تہذیب سے مرعوب نہیں ہیں اور ذہنی غلامی کا قلادہ انہوں نے اپنی گردن میں نہیں ڈالا ہے۔ وہ تنگ نظر اور متعصب نہیں ہیں کہ آپ مغرب سے واقعی کوئی مفید چیز لائیں اور وہ خواہ مخواہ اس کی مخالفت کریں۔ وہ اگر برسر اقتدار طبقے کے کسی اقدام پر ٹوکتے ہیں تو صرف اس لیے کہ انہیں اقدار کا وہ سارا نظام درہم برہم ہوتا نظر آتا ہے جس سے دین حق عبارت ہے۔ سارا فرق زاویہ

نگاہ کا ہے۔ مغرب زدہ طبقہ مادی تہذیب کے زیر اثر جن باتوں کو انتہائی ضروری سمجھتا ہے ان میں سے بہت سی باتیں "علماء" کی نظر میں غیر ضروری، اسلام سے متصادم، اور فی الحقیقت مفید ہونے کے بجائے الٹی نقصان دہ ہیں۔

"علماء" کا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ وہ ہر معاملے میں مغرب کی اندھی پیروی کے بجائے اسلامی شریعت کے اصول و احکام اور مقاصد کو سامنے رکھتے ہیں۔ جو امت مسلمہ کے پیش نظر ہونے چاہئیں اور حیاتِ انسانی کے مختلف شعبوں کے درمیان اسلام نے جو رشتہ تناسب قائم کر رکھا ہے، اس میں خلل اندازی کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ وہ یہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ اسلامی شریعت "اصلاح طلب" ہے اور اس کے اندر مغربی نظریات کے مطابق "اصلاح" کرنے کی ضرورت ہے۔

"عالم دین" بیچارے پر یہ الزام بھی ہے کہ اس نے ملک میں حکومت در حکومت قائم کر رکھی ہے۔ اس حکومت در حکومت کا آخر مطلب کیا ہے؟ ——— جو طبقہ یہ الزام لگا رہا ہے، اقتدار کلی طور پر اس کے ہاتھ میں ہے۔ فوج، پولیس ملکی نظم و نسق، سب اس کے قبضے میں ہے۔ ملک کی معاشی زندگی پر اس کا کنٹرول ہمہ گیری کے ساتھ قائم ہے۔ قانون سازی کی پوری مشینری، بلدیاتی اداروں سے لے کر اسمبلیاں اور قانون ساز اداروں (PARLIAMENT) کے علاوہ ججوں تک اس کی گرفت میں ہے۔ پریس اور پلیٹ فارم، دونوں کو اس نے مکمل طور پر اپنے قابو میں لے رکھا ہے۔ یہ سب کچھ کر لینے کے بعد اب باقی کیا رہ گیا ہے، جہاں بے چارے "مولوی" نے حکومت در حکومت قائم کر رکھی ہے۔

باقی صرف یہ رہ گیا ہے کہ ابھی قوم کا ضمیر زندہ ہے، اس میں کچھ لوگ غلط کو غلط کہنے والے موجود ہیں، اور قوم اس حد تک غلام نہیں بنی ہے کہ ہر آواز جو اقتدار کے مرکز سے اٹھے اس پر بے چون و چرا آمنا و صدقنا کہہ دے۔ اس چیز کو "حکومت در حکومت" کا نام دے کر خطرے کی گھنٹیاں بجائی جا رہی ہیں۔ مدعا یہ ہے کہ پوری قوم کو اقتدار کے آگے سر بہ سجدہ ہونا چاہیئے۔ اگر ایک زبان بھی اقتدار کی کسی بات کو غلط کہنے والی اور ایک کان بھی اس کو سننے والا موجود ہے تو یہ "حکومت در حکومت" ہے جسے ختم کیئے بغیر وحدہٗ لاشریک حکومت کا "لطف" حاصل نہیں ہو سکتا۔

قوم کو تعمیر و ترقی کی راہ پر لگانے اور اسے معائب سے پاک کرنے کے لیے ہر انتہائی قدم تھا، جو اٹھایا گیا۔ اس سے ملک کے سارے اختیارات ایک ذات میں منتقل ہو گئے۔ انہیں اس بات کی پوری آزادی دی گئی کہ وہ جس طرح چاہے قوم کی بگڑی سنواریں۔ (اس تمام تر) بلا شرکت غیرے حکمرانی کرنے کے بعد اب جو نتائج سامنے آ رہے ہیں، وہ قوم کی امیدوں سے بہت کم ہیں۔ اتنے غیر معمولی ایثار کے بعد قوم بہتر ثمرات کی توقع رکھتی تھی — اس کے اندر افسردگی پیدا کر دی ہے۔

ان حالات میں انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ کامیابیوں اور ناکامیوں کا بے لاگ جائزہ لیا جاتا اور جہاں جہاں

معاملات کو سمجھنے اور مسائل کو حل کرنے میں غلطی سرزد ہوتی تھی اس کا برملا اعتراف کیا جاتا اور پوری قوم کو اعتماد میں لے کر اس کے تدارک کی فکر کی جاتی۔ مگر یہاں کیا یہ جارہا ہے کہ ناکامیوں کا سارا غصہ دینی مدارس اور اسلامی عسکریت غریب "علماء" پر نکال کر عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کی جارہی ہے کہ یہ سب کچھ اسی کم بخت کی مخالفت کا نتیجہ ہے۔ اگر یہ راستے میں حائل نہ ہوتا تو بڑے مفید نتائج برآمد ہوتے۔

سوچنے کا یہ انداز کسی حقیقت پسند اور حق شناس انسان یا گروہ کو زیب نہیں دیتا۔ آپ مثال کے طور پر خاندانی منصوبہ بندی کے اس پروگرام کو ہی دیکھئے۔ اسے عملی جامہ پہنانے کے لیے اربوں روپے کی خطیر رقم مختص کی گئی اور اس کا پرچار کرنے اور اس کی عملی تعلیم دینے کے لیے ڈاکٹروں، نرسوں اور دوسرے کارندوں کی ایک فوج میدان میں لاکر ڈال دی گئی اخبارات میں اس "مفید پروگرام" کے جو نتائج سامنے آئے ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ یہ پروگرام شادی شدہ جوڑوں میں مقبول ہونے کے بجائے غیر شادی شدہ مردوں اور عورتوں میں زیادہ مقبول ہوا ہے۔ کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جائے کہ شادی شدہ افراد غیر شادی شدہ لوگوں کی بہ نسبت "مولوی" کے زیادہ زیر اثر ہیں؟ انہیں خود اپنی فلاح و بہبود کا کوئی احساس نہیں کہ ایک "مفید" چیز کو قبول نہیں کرتے؟

"علماء" کی اس وقت جو حالت ہے وہ ہمارے سامنے ہے۔ ہم یہ بات سمجھنے سے قاصر ہیں کہ یہ بے زر، بے زور اور بے یار و مددگار طبقہ حکومت کے عزائم کو ناکام بنانے کی قدرت رکھتا ہے۔ درحقیقت یہ پروگرام "مولوی" کی مخالفت کی وجہ سے ناکام نہیں ہوا ہے، بلکہ اس کی ناکامی کی بڑی وجہ قوم کے مزاج سے عدم واقفیت اور اس کے دینی احساسات سے ناآشنائی ہے۔ اور جہاں یہ کامیاب ہورہا ہے (یعنی غیر شادی شدہ لوگ) وہاں یہ "مولوی" کی مخالفت کے باوجود خوب کامیاب ہورہا ہے، کیونکہ اس کی پشت پر نفسیاتی اسباب کام کررہے ہیں۔

دینی مدارس اور "مولوی" کو حکومت در حکومت کے قیام کا اس بنا پر بھی مجرم ٹھہرایا جاتا ہے کہ اس نے اپنا ایک الگ نظام تعلیم رائج کر رکھا ہے جو اسے قوت و اقتدار بہم پہنچاتا ہے۔ اس نظام کے تحت ایک ہزار برس قبل کا مرتب کردہ "ایک دقیانوسی فرسودہ اور علمی لحاظ سے افلاس زدہ نصاب" پڑھایا جاتا ہے جس کے تمام علوم قیاسی اور ظنی ہیں کیوں کہ اس کی بنیاد ارسطو کی منطق استخراجیہ پر رکھی گئی ہے۔ اس ضمن میں ارباب حکومت یہ سوچ رہے ہیں کہ ان سب مدارس کو ختم کرکے محکمہ اوقاف کے زیر نگرانی ایسے دارالعلوموں کا قیام عمل میں لایا جائے، جن میں عصر حاضر کے تقاضوں اور علوم سے باخبر مذہبی رہنما تیار کیے جائیں تاکہ امت مسلمہ میں "حکومت الٰہیہ قائم کرنے کا درس دینے والے سیاسی طالع آزماؤں" کی تخلیق بند ہوجائے۔

حکومت کو یہ مشورہ بھی اس لیے دیا جارہا ہے کہ تعلیم و تربیت کا پورا نظام براہ راست اس کی تحویل میں چلا جائے اور کوئی آزاد تعلیمی نظام باقی نہ رہنے دیا جائے تاکہ ایک کامل ہمہ گیر ریاست (TOTALITARIAN STATE)

کے مقاصد اچھی طرح پورے ہو سکیں۔ یہ کام فکر و نظر کو جلا دینے کے لیے نہیں بلکہ افکار و جذبات کو ایک مخصوص سانچے میں ڈھالنے کے لیے درکار ہے۔ اس مغرب زدہ طبقے کو اپنی روشن خیالی پر بڑا فخر و ناز ہے، مگر وہ اس سادہ سی حقیقت کو بھی جاننے سے قاصر ہے کہ جو قوم اپنے افراد کے اندر خود اعتمادی پیدا کرنے اور ان کی تخلیقی قوتوں کو ابھارنے کا داعیہ رکھتی ہو، وہ شعور و احساس کو زیادہ سے زیادہ آزاد فضا مہیا کر کے اسے پھیلنے پھولنے کے مواقع فراہم کرتی ہے۔

نظام تعلیم پر حکومت کی مکمل اجارہ داری کو کبھی کسی ہوش مند قوم نے پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر فکری اور جذباتی اعتبار سے انسانوں کو ایک ہی سانچے میں ڈھال دیا جائے اور کسی وجہ سے اس مخصوص فکر اور احساس کو زوال آ جائے تو قوم کے احیاء کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی دانش مند قومیں اپنے ہاں ہر قسم کے نظام تعلیم کو بشرطیکہ وہ اس کے اساسی تخیل کو برباد کرنے والا نہ ہو، نہ صرف برداشت کرتی ہیں بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کرتی ہیں۔

انگلستان اور امریکہ کی بڑی بڑی یونیورسٹیاں اور تعلیمی ادارے حکومت کے اثر سے بالکل آزاد ہیں اور وہ اپنے نہج پر نوخیز نسلوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرتے ہیں۔ ان اداروں کی بیشتر تعداد ایسی ہے جنہیں کلیسا، معابد یا مذہبی تنظیمیں بڑی کامیابی کے ساتھ چلاتی ہیں۔ ان تعلیمی مراکز کو باشعور قومیں اپنے ہاں کے نخلستان سمجھتی ہیں جن میں انسان کو آزادی اور سکون کا ماحول نصیب ہوتا ہے۔ آکسفورڈ یونیورسٹی نے اس آزادی کو برقرار رکھنے کے لئے جتنی قربانی اور جرات کا ثبوت دیا ہے، وہ کسی صاحب علم سے پوشیدہ نہیں۔ تعلیمی جکڑ بندیاں تو دور جدید کے آمرانہ رجحانات کے شاخسانے ہیں۔

مذہبی مدارس اور دار العلوموں میں مروجہ نصاب کا ذکر مغرب زدہ طبقہ جس نفرت اور حقارت سے کرتا ہے، اس سے یہ تاثر قائم ہوتا ہے کہ اس طبقے کے اکثر و بیشتر افراد نے اس نصاب کو باقاعدہ پڑھ کر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ یہ "دقیانوسی، فرسودہ اور علمی لحاظ سے افلاس زدہ" ہے۔ ہم پورے وثوق سے یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ اس طبقہ کا یہ دعویٰ اس نصاب کے بارے میں یکسر بے خبری پر مبنی ہے۔ وہ اس نصاب کی ابجد تک بھی نہیں جانتا اور یونہی اس کے بارے میں بے سر و پا باتیں کرتا رہتا ہے۔

یہ بات بنیادی طور پر غلط ہے کہ ہر قدیم چیز فرسودہ اور ہر پرانا نظریہ بیکار ہے۔ حکمت اور دانائی کی بات جس طرح کسی خاص طبقے کی اجارہ داری نہیں، بالکل اسی طرح یہ کسی خاص عہد کی بھی میراث نہیں پرانے زمانے میں بھی اہل علم نے بعض ایسے افکار اور ایسی تخلیقات پیش کی ہیں۔ جو آج بھی علم و حکمت کی اساس تصور کی جاتی ہیں شیکسپیئر کے ڈرامے، چاسر، ملٹن، پوپ، اور ڈرائی ڈن کی نظمیں، آج بھی انگریزی ادب کا سب سے بیش قیمت سرمایہ ہیں اور

کوئی شخص ان سے کما حقہ واقفیت حاصل کئے بغیر انگریزی زبان اور ادب کی نزاکتوں کو سمجھ نہیں سکتا۔ اسی طرح فلسفے اور سیاسیات میں آج بھی افلاطون اور ارسطو کے نظریات بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

پورے یورپی ادب اور حکمت کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کا سرچشمہ یونان کے قدیم مفکرین کے تصورات ہیں "روشن خیال یورپ،، تو انہیں اپنے نصاب میں بطور بنیاد شامل کر کے نوخیز نسلوں کے دل و دماغ پر ان کے نقوش مرتسم کرنے میں فخر محسوس کرتا ہے مگر ہم کسی قدیم بات کے محض اس لیے دشمن ہیں کہ اس کا تعلق ماضی سے ہے۔ اس طرز فکر کا اصل محرک یہ نہیں ہے کہ ہمارے قدیم علوم فرسودہ ہیں، بلکہ اس کا اصل مقصود نوجوانوں کے ذہن میں ماضی کے خلاف نفرت پیدا کر کے اس سے ان کا فکری اور جذباتی رشتہ کاٹ دینا ہے۔

مغربی یونیورسٹیوں میں اگر شیکسپئر اور ملٹن کی کتابیں داخل نصاب ہوں اور افلاطون اور ارسطو کے خیالات سے طلبہ کو پوری طرح آشنا کرنے کا انتظام ہو تو یہ روشن خیالی اور عقل پسندی ہے، لیکن اگر عربی مدارس میں جلالین، بیضاوی صحیح بخاری صحیح مسلم ابوداؤد، نسائی، ہدایہ، دیوان حماسہ، دیوان متنبی اور مقامات حریری پڑھانے کا انتظام ہو تو یہ سراسر "جہالت" ہے!

جو شخص تعلیمی مسائل کی معمولی سمجھ بوجھ بھی رکھتا ہے۔ وہ اس بات سے واقف ہے کہ نصاب کی ترتیب میں صرف یہ چیز پیش نظر رکھی جاتی ہے کہ ایسی کتابیں درساً پڑھائی جائیں جو طلبہ کے اندر ٹھوس استعداد پیدا کر کے انہیں خود اعتمادی کے ساتھ مزید تحقیق کے لیے تیار کر سکیں جنہیں مجھے قدیم اور جدید دونوں مدارس میں تھوڑی مدت پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے وہ یہ بات بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ درس نظامی کا نصاب ٹھوس علمی قابلیت پیدا کرنے کے اعتبار سے جدید مدارس کے نصاب سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ اس نصاب کو اگر اچھے طریقہ سے پڑھایا جائے تو قرآن و سنت اور فقہ اسلامی کو سمجھنے کی راہیں آسان ہو جاتی ہیں اور وہ پھر اس طرح کی ٹھوکریں نہیں کھاتا جو آج کے متجددین بڑی بڑی ڈگریاں رکھنے اور لمبی چوڑی تحقیقات کے دعوؤں کے باوجود اکثر و بیشتر کھاتے رہتے ہیں۔ جن باتوں کو یہ حضرات چند فقہی اور لغوی موشگافیاں کہتے ہیں انہی سے تو فہم دین پیدا ہوتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منشا کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ ان حضرات نے کبھی اس نصاب کو پڑھا ہو تو انہیں یہ معلوم ہو کہ یہ باتیں کتنی ضروری ہیں۔

بہر حال دینی مدارس، اسلامی تنظیمیں، اسلامی عسکریت اور مذہبی قوتیں بلاشبہ اس وقت باہمی انتشار اور انحطاط کا شکار ہیں لیکن انہیں اتنا بھی بے وقوف نہیں سمجھنا چاہیئے کہ امریکہ بہادر سے دست تعاون سرپرستی اور استمداد کے مطالبہ پر اس کی ظاہری شان و شوکت چمک دمک اور دھونس دھمکی سے مرعوب ہو کر دین اور دینی روایات کو ترک کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے اور اس طرح خود اپنے ہاتھوں سے اپنے مٹانے کا سامان فراہم

کریں گے مسلمانوں کی عظیم اکثریت اسلام پر نہایت پختہ ایمان رکھتی ہے ہاں یہ ٹھیک ہے کہ غیر ملکی اور کچھ ملکی سامراج کی جباری اور عیاری نے اور ان کے اپنے گھر کے دانا دشمنوں اور نادان دوستوں نے انہیں قوت و استحکام کے لازوال خزانوں سے محروم کر رکھا ہے جو اسلام کے ذریعہ انہیں ماضی میں حاصل ہوتے رہے لہٰذا اب وقت ہے کہ دینی قوتیں، اور اسلامی عسکریت کے علمبردار غیروں کی طرف دیکھنے کے بجائے اپنے خدا پر اور اپنے قوت بازو پر اعتماد کریں اسلام کو مزید مضبوط پکڑیں اور زبانی اشتغال پر قناعت کرنے کے بجائے بالفعل اس سے فائدہ اٹھائیں۔

باقی رہا امریکہ، اس کا ظاہری کروفر، اس کے خدائی کے دعوے، نیو ورلڈ آرڈر کا پروگرام اور ہمارے حکمرانوں کی اس سے استمداد کے لیے اس کے بارگاہ میں حضوری، یہ سب عجبیات اور وقتی حالات ہیں یہ نہ تو حقانیت کی دلیل ہیں اور نہ دوام کی ضمانت ہے۔

اگر ظاہری ساز و سامان یہ دولت و حکومت تہذیب و تمدن دلیلِ حقانیت اور ثبوتِ صداقت ہوتا تو آخر بڑی بڑی پُر شوکت پُر قوت پُر ثروت نافرمان قومیں کیوں غارت ہوگئیں؟ بابل و کلدانیہ کا تمدن کیا ہوگیا؟ اہرام مصر والی عمارتیں کیوں زمین کے برابر ہوگئیں؟ شاہانِ عجم کا کروفر کیا ہوا؟ یونانیوں کا دم خم کہاں چلا گیا؟ قیصر و کسریٰ کے تاج و تخت کیوں تاراج ہو کر رہے؟ ــــــ اور آج آنکھوں کے سامنے دیکھتے دیکھتے زار روس کی حکومتِ قاہرہ کا تختہ کیسا الٹ کر رہا۔ قیصر ولیم اور اس کے آہنی ارادے کیوں گمنامی کی نذر ہو گئے؟ خود کو سپر پاور کہلانے والا روس کیوں تاراج ہوا؟ ہٹلر مع اپنے سارے سامانِ چنگیزی اور اتنے دم داعیہ کے کیوں فنا کے گھاٹ اتر گیا؟

امریکہ بھی اسی سلسلہ فخر و غرور کی ایک زوال پذیر حقیقت ہے اس کی بارگاہ میں حضوری اور "اسلامی عسکریت" کے خاتمہ کے لیے استمداد اسلامی تعلیمات سے استہزاء، ملک کے نظریاتی اساس سے غداری اور خداوند کریم لم یزل کی قدرت کو چیلنج اور دعوت عذاب ہے۔

عبدالقیوم حقانی

عرفان صدیقی

ہم جہاد کی مخالف حکومت سے جہاد کریں گے

بے نظیر نے ہماری اقتصادی، سیاسی اور نظریاتی آزادی امریکہ کے پاس گروی رکھ دی ہے

مساجد اور امام بارگاہوں کے دشمن ہمارے دشمن ہیں

ملی یکجہتی کونسل کے نومنتخب سیکرٹری جنرل مولانا سمیع الحق سے ہفت روزہ تکبیر کا سب سے پہلا انٹرویو

۲۲ مارچ کو اسلام آباد میں پاکستان کی دینی جماعتوں کے سربراہوں کی ایک روزہ کانفرنس، ملت کا درد رکھنے والے کئی دلوں کو عجب لذت سے سرشار کر گئی۔ دینی جماعتوں کو انتشار و افتراق اور تفرقہ بازی کا طعنہ دے کر مغرب کی روشن خیالی کی راہ ہموار کرنے والوں نے آخری لمحوں تک اس کانفرنس کو سبوتاژ کرنے کی کوشش جاری رکھیں، لیکن علماء کا پہلا غیر سیاسی اجتماع تھا جس میں خالص نظریاتی اور ملی حوالے سے اپنی منزل اور راستوں کا تعین کیا گیا۔ مولانا سمیع الحق گیارہ رکنی سپریم کونسل، جسے ملی یکجہتی کونسل کا نام دیا گیا، کے سیکرٹری جنرل مقرر ہوئے۔ مولانا کا یہ انٹرویو دینی جماعتوں کی اس تاریخ ساز کانفرنس کے پس منظر اور پیش منظر کا بھرپور احاطہ کرتا ہے۔ اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ایک بار پھر مسلمان کو مسلماں کرنے کا فریضہ "طوفانِ مغرب" ہی نے ادا کیا ہے۔ (ادارہ تکبیر)

س۔ مولانا! سب سے پہلے تو میں دینی جماعتوں کی قومی کانفرنس کی میزبانی کرنے اور ملی یکجہتی کونسل کا سیکرٹری جنرل منتخب ہونے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

ج۔ آپ کا بہت بہت شکریہ، حقیقت یہ ہے کہ میں بھی اسے کسی معجزے سے کم نہیں سمجھتا، مختلف الخیال بلکہ متحارب جماعتوں کا اس ناچیز کی دعوت پر لبیک کہنا یقیناً ان کے اخلاصِ نیت کا ثبوت ہے اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ تمام دینی جماعتوں کو حالات کی نزاکت کا پورا پورا احساس ہے اور وہ وقت کی نزاکتوں کے مطابق اپنے کردار کا تعین کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

س- آپ کا اشارہ کون سے حالات اور کس نزاکت کی طرف ہے۔

ج- گزشتہ چند ماہ کے اندر حالات جس تیزی کے ساتھ بدلے ہیں اور اسلام دشمن قوتوں نے جس طرح متحد ہو کر عالم اسلام کے خلاف یلغار کی ہے وہ یقیناً ہم سب کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ ہم محسوس کر رہے ہیں کہ خصوصی طور پر مغرب نے پاکستان کو اپنا ہدف بنا لیا ہے، ایک منظم سازش کے تحت دینی اور مذہبی تشخص سے وابستہ تمام علامتوں مثلاً دینی مدارس، مساجد، امام بارگاہوں اور خانقاہوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے کیونکہ یہی علامتیں اسلامی نظریے کی محافظ ہیں اور اس رکاوٹ کو دور کئے بغیر مغربی الحاد کا لشکر پیش قدمی نہیں کر سکتا۔ اسلامی نظریے پر مضبوطی سے قائم پاکستان اپنے گرد و پیش کے اسلامی ممالک مثلاً افغانستان، ایران، ترکی اور وسط ایشیا کی مسلم ریاستوں کے اشتراک سے ایک ناقابل تسخیر اسلامی سپر پاور بن سکتا ہے، اگر یہ مضبوط بلاک یک جان اور ہم قدم ہو کر اپنے مقاصد متعین کر کے چل پڑے تو احیائے اسلام کی زبردست عالمی تحریک کی بنیاد بن سکتا ہے۔ جہاد افغانستان اسلامی دنیا کے لیے نشاۃ ثانیہ کا پیغام لے کر آیا ہے اور ملت کے اندر بیداری کی زبردست لہر پیدا ہوئی ہے۔ مغرب ایک طرف تو افغانستان میں انتشار کو ہوا دینے اور مجاہدین کو باہم لڑانے میں مصروف ہے اور دوسری طرف جہاد کے عظیم اثرات کا راستہ روکنے کی فکر میں ہے۔ سوشلزم اور کمیونزم کے خاتمے کے بعد عالمی سماج ایک خلا محسوس کرنے لگا ہے انسانوں کا بنایا ہوا یہ نظام ایک صدی کے اندر اندر ڈھیر ہو گیا اور مغرب کا مادہ پرست نظام بھی لب گور آن پہنچا ہے۔ یہ خلا ایک موثر اور متحرک نظام کا تقاضا کرتا ہے۔ اہل مغرب اسلامی نظام کی جاذبیت اور سحر انگیزی کا بھرپور ادراک رکھتے ہیں۔ وہ دیکھ چکے ہیں کہ چودہ سو سال پہلے جب اس نظام نے کروٹ لی تو کس طرح دیکھتے دیکھتے یورپ کے دروازے تک آن پہنچا، وہ خوفزدہ ہیں کہ جہاد کا ابھرتا ہوا جذبہ فوری طور پر نہ کچلا گیا تو بہت جلد اسلام کا آفاقی نظام اس خلا کو پر کر لے گا اور یورپ دھڑام سے گر جائے گا۔ اس نتیجے پر پہنچنے کے بعد مغرب نے ہمارے خلاف ایک کھلی جنگ شروع کر دی ہے۔ اس سے پہلے انہیں کبھی اتنی ننگی یلغار کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا، جب انگریز یہاں کا حکمران تھا تو بھی وہ کھل کر مذہب اور دین کے خلاف کوئی حرکت نہ کر سکا۔ وہ افراد پر ضرور ظلم ڈھاتا رہا۔ کسی کو پکڑ لیا، کسی کو جیل میں ڈال دیا، کسی کو پھانسی پر چڑھا دیا، لیکن دینی شعائر کے خلاف اسے کھلی جنگ کا حوصلہ کبھی نہیں ہوا، لیکن اب مغرب بے شرمی اور ڈھٹائی کے ساتھ اسلام دشمنی کا اظہار کرنے لگا ہے۔ امریکہ کے صدر کلنٹن نے اپنی پہلی تقریر میں ہی اسلام اور عالم اسلام کو ایک مسئلہ قرار دیا، نیٹو نے سرکاری طور پر اسلام کو اپنا اگلا ہدف قرار دے دیا ہے۔ آج مغرب مسلمانوں کے زخموں پر نمک پاشی کرنے والی ہر حرکت کو تحسین کی نگاہ سے دیکھتا اور اسلامی قدروں کا تمسخر اڑانے والوں کی سرپرستی کرتا ہے، سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین اس کے ہیرو ہیں۔ گالی دینے والے کو مغربی معاشرہ کتے سے بھی ذلیل خیال کرتا ہے، لیکن اسلام کی محترم علامتوں کو گالی بکنے والوں کو وہ محبوب جانتا اور انہیں تمغے عطا کرتا ہے۔ توہین رسالت کے دو ملزموں کی مغرب نے جس طرح پذیرائی

کی اور آج مغربی ذرائع ابلاغ سے جس طرح ان کے انٹرویوز نشر ہو رہے ہیں، وہ پوری امت مسلمہ کے جذبات سے کھیلنے کے مترادف ہے۔ انسانی حقوق کے نام پر انہیں پناہ دینے والے اہل مغرب کو سوا ارب مسلمانوں کے حقوق کا کوئی پاس و لحاظ نہیں۔ ان کے نزدیک بنیادی حق صرف گوری چمڑی یا غیر مسلم کے لیے ہے کلمہ گو مسلمان تو ان کے خیال میں جانوروں سے بھی حقیر مخلوق ہے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس کھلے اعلان جنگ کے بعد پاکستان کی دینی قیادتوں پر لازم آ گیا تھا کہ وہ عمومی مسائل سے دامن چھڑا کر وقت کے اس بڑے چیلنج کا سامنا کریں۔

س۔ لیکن مولانا! مغرب کی اسلام دشمنی کے یہ مظاہر تو جہاد افغانستان کے فوراً بعد سے سامنے آ رہے ہیں، حالیہ دنوں میں ایسی کیا بات ہوئی جس نے دینی جماعتوں کو متحد ہونے پر مجبور کر دیا؟

ج۔ مغرب کے اسلام دشمن اقدامات کی شدت مسلسل بڑھتی جا رہی ہے، لیکن کچھ عرصے سے ہمیں یوں محسوس ہونے لگا جیسے اسلامی ممالک کی قیادت بھی مغربی عزائم کی آلۂ کار بن گئی ہے قاہرہ کانفرنس میں اسلامی ممالک کے حکمرانوں کو اسلامی اقدار کے منافی اقدامات میں شریک کیا گیا، کاسابلانکا میں بھی ہمارے حکمرانوں نے گھٹنے ٹیک دیئے اور "اسلامی شدت پسندی" کے خلاف امریکی لشکر میں شامل ہونے کا باضابطہ اعلان کر دیا۔ امریکی مقاصد کی تکمیل کے لیے یہ اجتماعی اعلان دراصل اجتماعی خودکشی کی دستاویز ہے؛ خود پاکستانی حکومت نے قوم کی امنگوں اور پاکستان کے تشخص کو پس پشت ڈال کر پے درپے ایسے اقدامات شروع کر دیئے جن کا حوصلہ انگریز کو بھی نہیں ہوا تھا۔ ان بدبخت حکمرانوں نے ملی حمیت، قومی غیرت اور حب الوطنی کا سودا کر دیا ہے، وہ جبراً حکمران بن کر لوٹ کھسوٹ کو اپنا مطمع نظر بنا چکے ہیں۔ حکمرانوں کے ساتھ ساتھ عمومی طور پر ہمارے سیاستدانوں نے بھی امریکہ کی غلامی اور تابعداری کے اصول کو اپنا رکھا ہے اور وہ قومی امنگوں کی ترجمانی کا حق ادا نہیں کر پا رہے۔ بے نظیر تو کھل کر سامنے آ گئی ہے اور امریکہ کی خوشنودی کے لیے دینی قوتوں کو للکار رہی ہے، اسے اس ملک کے مذہب، اس ملک کی تہذیب و اقدار حتیٰ کہ اس ملک کے وجود سے بھی کوئی دلچسپی نہیں، جس طرح چور یا ڈاکو کسی گھر میں گھس آتے ہیں اور انہیں اس گھر کے بجائے صرف مال و اسباب سے غرض ہوتی ہے اسی طرح بے نظیر اور اس کے حواری پاکستان کو نوچ رہے ہیں، انہیں ملک کی سلامتی و بقاء سے کوئی دلچسپی نہیں۔ بے نظیر بھٹو امریکی پشت پناہی کی قیمت اسلامی تشخص کی تباہی و بربادی کی شکل میں ادا کر رہی ہے، اس نے اس ملک کی اقتصادی، تجارتی، سیاسی اور نظریاتی آزادی امریکہ کے پاس گروی رکھ کے پاکستان کو سامراج کالونی اور مغربی مفادات کی چھاؤنی بنا دیا ہے۔

س۔ وزیر اعظم صاحبہ تو صرف "بنیاد پرستی" اور "دہشت گردی" پر تنقید کرتی ہیں، انہوں نے اسلام کے بارے میں کبھی کوئی منفی ریمارکس نہیں دیئے؟

ج۔ بنیاد پرستی، اسلامی شدت پسندی، اسلامی انتہاپسندی اور دہشت گردی سب مغرب کی ایجاد کردہ اصطلاحات

ہیں جن کا بنیادی مقصد اسلام کے متحرک اور زندہ تصور کو غلط معنی پہنانا ہے۔ بے نظیر بھٹو بھی اپنے آقاؤں کی اصطلاحات کا سہارا لے کر دراصل اسلام کی بنیادی قدروں اور علامتوں کو نشانہ بنانا چاہتی ہیں۔ وہ بنیاد پرستی اور دہشت گردی کا واویلا کر کے مذہبی طاقتوں کو بدنام کرنا چاہتی ہیں۔ جب بے نظیر نے محسوس کیا کہ اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں اسلام کا نام لینے والوں کو کچلنا شاید آسان نہ ہو تو اس نے کھل کر امریکہ کو مداخلت کی دعوت دے ڈالی کہ "آؤ مجھے ان مذہبی جنونیوں سے نجات دلاؤ"۔ یہ کمال درجے کی ڈھٹائی ہے میر جعفر اور میر صادق نے بھی چھپ کر اپنی قوم سے غداری کی تھی اور کھلے بندوں ملت سے بے وفائی کا حوصلہ نہیں کر سکے تھے، لیکن بے نظیر نے ڈٹ کر دشمن ملک کو مداخلت کی دعوت دے ڈالی ہے۔ ایسا کرنے سے قبل اس نے صدر مملکت، قومی اسمبلی، سینٹ، مسلح افواج یا اپنی پارٹی ـــ کس کو اعتماد میں لیا ہے؛ اب تو بنیاد پرستی یا اسلامی شدت پسندی کی اصطلاحات بھی بہت پیچھے رہ گئی ہیں، اب تو محترمہ نے "اسلامی عسکریت پسندی" کی اصطلاح استعمال کرتے ہوئے امریکہ سے کہا ہے کہ آؤ مجھے اس سے نجات دلاؤ اور امریکہ نے بھی کہہ دیا ہے کہ "میں ابھی پہنچا"۔ شاید مغرب کی پڑھی ہوئی وزیر اعظم کو معلوم نہیں کہ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی طرح "عسکریت پسندی" بھی اسلام کا بنیادی رکن ہے جس کے لیے "جہاد" کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ جہاد کو ہر مسلمان پر فرض قرار دیا گیا ہے اور ہر دور میں جہاد ہی ملت کی بقا کی ضمانت بنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کو اونٹ کے کوہان سے تشبیہ دی ہے۔ کوہان ہی اونٹ کی شوکت، بقائے حیات اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وزیر اعظم نے اسلامی عسکریت پسندی پر تنقید کر کے اسلام کے ایک بنیادی رکن "جہاد" کی نفی کی ہے۔ میں اسے کھلی بغاوت خیال کرتا ہوں۔ وہ ڈاکوؤں، چوروں اور لیٹروں کے ظلم و ستم کو دہشت گردی نہیں، جہاد اور اسلامی عسکریت پسندی کو دہشت گردی خیال کرتی ہیں۔ وہ یہ بھول گئی ہیں کہ اسی اسلامی عسکریت پسندی نے افغانستان میں روس کو شکست فاش دی، یہی اسلامی عسکریت پسندی کشمیر میں ہندو کی سفاکی کے خلاف لڑ رہی ہے، یہی اسلامی عسکریت پسندی بوسنیا میں ایک نئی تاریخ لکھ رہی ہے اور یہی اسلامی عسکریت پسندی چیچنیا میں روسی جارحیت کو ناکوں چنے چبوا رہی ہے اور یہی اسلامی عسکریت پسندی آج مغرب کے دل کا کانٹا بنی ہوئی ہے۔ مغرب سے کہیں زیادہ جب مغرب کے پٹھو حکمرانوں نے اسلام دشمنی کے نعرے لگانے شروع کر دیئے تو دینی قوتوں نے سوچا کہ فیصلہ کن گھڑی آن پہنچی ہے، اب بھی اگر وہ متحد نہ ہوتے تو ایک ہی صورت تھی کہ وہ گڑھا کھود کر خودکشی کر لیتے۔

س۔ مولانا! آپ کی گفتگو سے یوں لگتا ہے جیسے دینی جماعتوں کا نقطۂ اتحاد "مغربی یلغار" کا مقابلہ کرنا ہے، لیکن عمومی تاثر یہ ہے کہ کانفرنس کا بنیادی مقصد "فرقہ واریت" کا خاتمہ تھا؛

ج۔ فرقہ واریت، بذات خود کوئی مسئلہ نہیں، لیکن اسے ایک مسئلہ بنا کر پیش کیا جا رہا تھا ہم نے اپنے ایجنڈے میں فرقہ واریت کو اس لیے اہمیت دی کہ ہم حکمرانوں کے مکروہ عزائم کے لیے کوئی وجہ جواز باقی نہ رہنے دیں اسی مقصد کے لیے تمام فرقوں کو بھی اکٹھا کیا گیا اور انہیں بتایا گیا کہ تمہاری آڑ میں تمہارا گھر لوٹا جا رہا ہے۔ دشمن "فرقہ واریت" کے نقاب

ہیں اپنے مذموم مقاصد کو آگے بڑھا رہا ہے اور ایک تیر سے دو شکار کر رہا ہے۔ اس سے عوام میں تمہارا تشخص بھی ختم ہو جائے گا اور تم خود بھی مٹ جاؤ گے۔ جب مساجد اور امام بارگاہوں کو مقفل بنا کر سارا الزام فرقہ پرستی کے سر تھوپ دیا جائے گا تو عوام خود تمہارے خلاف سڑکوں پر نکل آئیں گے۔ ایک مرتبہ ایسا ہو گیا تو مغرب کے راستے کے تمام "بریکر" ختم ہو جائیں گے گویا ہم مغرب کے عزائم کا مقابلہ کرنے کے لیے صف بندی کرنے سے قبل "فرقہ واریت" کا الزام دھو ڈالنا چاہتے ہیں اور الحمدللہ اس میں ہمیں بڑی حد تک کامیابی ہوئی ہے۔

س۔ لیکن کیا "فرقہ واریت" کی مکمل نفی خلاف حقیقت نہیں؟

ج۔ "فرقہ واریت" کو جو معنی پہنا کر مطعون کیا جا رہا ہے وہ خلافِ حقیقت ہے۔ مختلف نظاموں یا فلسفہ ہائے حیات میں نقطہ نظر کا اختلاف فرقہ واریت کی ذیل میں نہیں آتا۔ ہمارے ہاں بھی یہ ایک نظری اور علمی بحث ہے۔ یہ علمی دائرے کے اندر تشریحات و توجیہات کے شائستہ اختلافِ فکر کا کام ہے، اسے خونناک حدوں تک لے جانا کبھی علماء کا مقصود نہیں رہا۔ اس وقت بھی ہر مکتب فکر کے علماء اس پر متفق ہیں۔ صدر، وزیر اعظم، گورنرز، وزرائے اعلیٰ اور وزراء بیک زبان ہو کر جس فرقہ واریت کا غلغلہ بلند کر رہے ہیں اس کا علماء یا دینی جماعتوں سے کوئی تعلق نہیں۔ اسی لیے ہم نے ہر نوع کی قتل و غارت گری سے لاتعلقی ظاہر کر دی ہے۔ فرقہ واریت سے برأت کا اظہار ایک جزوی مقصد ہے، دراصل ہم یکجہتی کی فضا قائم کر کے اپنے اصل ہدف کی طرف بڑھنا چاہتے ہیں۔

س۔ وہ ہدف کیا ہے؟

ج۔ اس ہدف کی طرف میں پہلے ہی بڑی وضاحت کے ساتھ اشارہ کر چکا ہوں۔ ہمارا ٹارگٹ وہ طوفان اور غلو ہے جو کچھ عرصے سے ہمارے دروازوں پر دستک دے رہا ہے، بلکہ دروازے توڑ کر ہمارے گھروں کے اندر داخل ہو چکا ہے۔ جس ملک کے ملزموں کو پکڑنے کے لیے سات سمندر پار سے سفید فام آقا بلائے جائیں اور وہ یہاں دندناتے پھریں، اس ملک کے علماء کیسے خاموش رہ سکتے ہیں جن عرب مجاہدین نے پاکستان کی حفاظت کے لیے افغان مجاہدین کے شانہ بہ شانہ سوویت یونین سے ٹکر لی انہیں آج پکڑ پکڑ کر سفاک امریکیوں کے حوالے کیا جا رہا ہے کہ جاؤ انہیں صلیب پر لٹکا دو، ان مجاہدین کی قربانیاں نہ ہوتیں تو آج یہاں بھی روسی کمیونسٹ دندنا رہے ہوتے اور بے نظیر راج نہ کر رہی ہوتیں، انہوں نے امریکہ کا کیا بگاڑا ہے؟ انہوں نے تو امریکہ کے دشمن کو تباہ کیا ہے، لیکن امریکی منافق، بے درد، بے رحم اور بے وفا قوم ہے جب ان کے مفادات پورے ہو جاتے ہیں تو یہ طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔ انہوں نے کبھی اپنے محسنوں سے وفا نہیں کی۔ بے نظیر بھٹو بھی یہ جان لیں کہ جب امریکہ ان کے ذریعے اپنے مفادات حاصل کر لے گا تو انہیں ردی کاغذ کی طرح پھینک دے گا۔ جہاد افغانستان کی تکمیل کے بعد امریکہ نے جو کردار ادا کیا وہ پوری قوم

حکومت سے جہاد

کے سامنے ہے۔ معاہدۂ جنیوا دراصل افغان جہاد کے لیے موت کا پروانہ تھا، آج امریکہ "اسلامی عسکریت پسندی" کو دشمن
قرار دے کر ہمیں اپنی آہنی گرفت میں لے لینا چاہتا ہے اور ہماری حکومت خود اسے دعوت دے رہی ہے۔ ہمارا
اصل ہدف یہی ہے کہ ہم اسلام کے لیے خطرہ بن جانے والے عناصر کا راستہ روکیں، یہ شیعہ سنی یا وہابی، بریلوی، دیوبندی
اور اہل حدیث سے کہیں بڑا مسئلہ ہے۔

س۔ آپ نے جو "ملی یکجہتی کونسل" قائم کی ہے، اس کی ترجیحات کیا ہوں گی؟

ج۔ دینی جماعتوں کا یہ اعلیٰ سطح کا اور نمائندہ فورم آنے والے دنوں میں انتہائی اہم کردار ادا کرے گا۔ ہماری
اولین ترجیح یہی ہے کہ مختلف جماعتوں کے مابین اتحاد و یکجہتی کی فضا کو فروغ دیا جائے اور اپنی توانائیاں باہمی مسائل و
اختلاف پر ضائع کرنے کی بجائے ملک کے اسلامی تشخص اور دین کی حفاظت کے لیے کمربستہ ہو جائیں۔ پوری قوم کو یہ
جان کر اطمینان ہونا چاہیے کہ اسلامی قیادت اس مقصد کے لیے متحد ہو چکی ہے۔ ہم نے نام نہاد فرقہ واریت کے غبارے
سے ہوا نکال دی ہے۔ ہم نے کہہ دیا ہے کہ مسجدوں اور امام بارگاہوں کے دشمن ہمارے دشمن ہیں۔ علامہ ساجد نقوی
نے بڑی دلسوزی سے کہا کہ اگر ہماری طرف سے ایک بھی تخریب کاری ثابت ہو جائے تو میں تحریک جعفریہ توڑ کر گھر بیٹھ
جاؤں گا۔ اسی طرح سپاہ صحابہ کے اکابرین نے بھی بڑی دردمندی سے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ سب نے اس یقین
کا اظہار کیا کہ علمی مباحث، کلاشنکوف اور تلوار کی لڑائی نہیں، ہم نے علمائے دین کے خلاف پراپیگنڈہ کرنے والوں کو
بتا دیا کہ ہم ملک و ملت کے لیے ایک چھت کے نیچے بیٹھ سکتے ہیں۔ یہ امریکہ اور دیگر باطل قوتوں کے خلاف ہمارا اعلان
جنگ ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ جو آگ بھڑکانے کی کوشش کی جا رہی ہے وہ شیعہ اور سنی میں تمیز نہیں کرے گی، ہم
نے حکومت کو بھی یہی پیغام دے دیا ہے کہ امریکہ کی خوشنودی کو اسلام دشمنی کی حدوں تک نہ لے جاؤ۔ آپے سے باہر نہ
ہو۔ ہم نے ہر قسم کی دہشت گردی سے لاتعلقی کا اعلان کر دیا ہے، مسجد یا امام بارگاہوں پر گولیاں برسانے والا نہ سنی
ہے نہ شیعہ، حکومت انہیں گرفت میں لے اور سامنے لائے ورنہ ہم یہی سمجھیں گے کہ حکومت خود ملوث ہے۔ جب ایک
ہی نمبر والی پیلی ٹیکسی سے مسجد پر بھی فائرنگ ہوتی ہے اور امام بارگاہ پر بھی تو حکومت اس کا الزام کس کو دے سکتی ہے،
ہلاک ہونے والے امریکی سفارتکار شیعہ تھے یا سنی؟ ہم اب اس معاملے کو الجھا کر حکومت کو اپنا الو سیدھا نہیں کرنے
دیں گے۔

س۔ گیارہ رکنی ملی یکجہتی کونسل نے پہلے اجلاس میں کوئی اہم فیصلے کئے ہیں؟

ج۔ جی ہاں۔ خاصی اہم پیش رفت ہوئی ہے۔ اس اجلاس میں خاص طور پر یہ بات سامنے آئی کہ سپاہ محمد اور
سپاہ صحابہ یا دوسرے فریقوں کے درمیان مختلف الزامات کے مقدمے چل رہے ہیں۔ چنانچہ جماعت اسلامی کے
رہنما جناب لیاقت بلوچ کی سربراہی میں ایک کمیٹی قائم کر دی گئی ہے جو ان تمام مقدمات کا جائزہ لے کر باہمی رضامندی

سے اگلے لائحہ عمل کا فیصلہ کرے گی۔ اسی طرح پروفیسر ساجد میر صاحب کی قیادت میں ایک اور کمیٹی قائم کر دی گئی ہے جو نیازی کمیشن کی رپورٹ، اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ، سینٹ کی مذہبی امور کی اسٹینڈنگ کمیٹی کی رپورٹ، میرے خطبۂ استقبالیہ میں پیش کئے گئے دس نکات اور علماء کے معروف ۲۲ نکات کو سامنے رکھ کے ملک میں اسلامی نظام کے قیام کے لیے ایک متفقہ لائحہ عمل طے کرے گی۔ ۹ اپریل کو ہمارا ایک اور اہم اجلاس کراچی میں ہو رہا ہے جس میں بعض دیگر امور کے لیے کچھ اور سب کمیٹیاں قائم کی جائیں گی۔ آئندہ کا ہر پلان ملی یکجہتی کونسل ہی طے کرے گی اور اسے علماء کی مشترکہ آواز کا درجہ حاصل ہوگا۔

س۔ اگر حکومت سنجیدگی سے اسلامی عسکریت پسندی کے خلاف اقدام کرتی ہے تو دینی جماعتوں کا ردعمل کیا ہوگا۔

ج۔ میں نے پہلے بتا دیا ہے کہ بے نظیر جسے اسلامی عسکریت پسندی کہتی ہے، ہم اسے جہاد کا نام دیتے ہیں۔ اگر حکومت اسلام کے اس اساسی رکن کے خلاف اقدام کرتی ہے تو یہ واقعی بڑی بدنصیبی کی بات ہوگی۔ آپ کو معلوم ہے کہ انگریز نے مرزا غلام احمد قادیانی کو جھوٹے نبی کے طور پر اسی لیے کھڑا کیا کہ اس نے جہاد کی نفی کی تھی آج بھی جو حکمران جہاد کی نفی کرے گا وہ ہمارا نہیں، ہنود و یہود اور نصاریٰ کا نمائندہ ہوگا۔ ہم اس کے خلاف پوری سرگرمی سے جدوجہد کریں گے۔ میں ملی یکجہتی کونسل کے سیکرٹری جنرل کی حیثیت سے پوری ذمہ داری کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہم جہاد کی مخالفت کرنے والی حکومت سے "جہاد" کرنے سے بھی نہیں ہچکچائیں گے۔

س۔ مولانا! کیا دینی جماعتوں نے مستقبل کی کسی سیاسی حکمت عملی پر بھی غور کیا!

ج۔ یہ معاملہ قبل از وقت ہے۔ ہم سیاسی پیچیدگیوں میں پڑ کر اپنے اتحاد کی بنیاد کو کمزور نہیں کرنا چاہتے، ہم نے سارے فیصلے اصولی بنیادوں پر کئے ہیں۔ جو بھی مغرب کو اسلام پر ضرب لگانے کے لیے دعوت دے گا، وہ ہمارا دشمن ہوگا چاہے اس کا تعلق کسی بھی سیاسی دھڑے سے ہو۔ ہمارے اجلاس میں قاضی عبداللطیف اور بعض بزرگوں نے یہ معاملہ اٹھایا تھا کہ ہم نے "چھوٹی اور بڑی برائی" میں تمیز ختم کرنے کی جو حکمت عملی اپنائی اس کے اچھے نتائج برآمد نہیں ہوئے اس لیے ہمیں پھر سے اسی اصول کی طرف لوٹ جانا چاہیئے۔ بہرحال میں سمجھتا ہوں کہ اپنا وزن کسی پلڑے میں ڈالنے سے قبل دینی جماعتوں کو اپنا وزن بنانا ہوگا اور اس کی بہترین صورت اتحاد و یک جہتی کو قائم رکھنا ہے۔

(جناب محمد یونس میو صاحب لیکچرار ڈسکہ)

پاک امریکہ تعلقات
اور
امریکہ سے استمداد کی حقیقت

آج امریکہ (ریاست ہائے متحدہ) ساری دنیا پر حکمرانی کا خواب دیکھ رہا ہے ایک وہ زمانہ تھا جب وہ بحر اوقیانوس (ATLANTIC OCEAN) کے ساحلی علاقوں میں انگریزوں کی نوآبادیوں (COLONIES) کی حیثیت میں غلامی کے دن گزار رہی تھیں ٹیکس دیتی اور ہر طرح کے ظلم برداشت کرتی تھیں جارج سوم کے زمانے میں ان نوآبادیوں نے واشنگٹن کی قیادت میں علم بغاوت لہرایا اور ۱۵ نومبر ۱۷۷۷ء کو یہ ریاستیں ریاست ہائے متحدہ (STATES OF AMELICA UNITED) کے نام سے دُنیا کے نقشے پر ابھری۔
(ورلڈ کانسٹی ٹیوشن ص ۱۱۵)

امریکہ میں بظاہر صدارتی نظام حکومت ہے لیکن اختیارات کا محور ومرکز ہمیشہ سے وفاقی مجلس قانون ساز (FEDERAL LEGISLATURE) المعروف کانگرس رہی ہے۔ یہاں تک کہ صدر بھی کانگرس کی اکثریت کے خلاف کچھ نہیں کرسکتا اور ایسے تمام بلوں کو منظور کرنے پر مجبور ہے جن کو یہ یہودی کانگرس دو تہائی اکثریت سے منظور کرلیتی ہے۔ (دنیا کی حکومتیں) ص ۱۲۸)

قیام پاکستان کی مخالفت

بہت کم لوگ یہ حقیقت جانتے ہوں گے کہ نہ صرف برطانیہ بلکہ امریکہ بھی قیام پاکستان کا مخالف تھا۔ امریکیوں کا خیال تھا کہ وہ متحدہ ہندوستان میں بہتر طریقے سے اپنے مفادات کا تحفظ کرسکتے ہیں۔ مثال کے طور ۱۴ اپریل ۱۹۴۷ء امریکہ کے سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے انڈر سکرٹری ڈی ایچی سن نے لندن میں امریکی سفارت خانے کو بھجوائے جانے والے پیغام میں کہا تھا (صفحہ نمبر ۲)

"کہ ہم نے ماضی میں یہ چاہا ہے کہ حکومتِ برطانیہ "متحدہ ہندوستان" میں اقتدار مقامی قیادت کو منتقل کردے کیونکہ اس خطے میں ہمارے سیاسی واقتصادی مفادات صرف اُس صورت میں برقرار رہ سکتے ہیں کہ "ہندوستان تقسیم نہ ہو۔ (محسن پاکستان۔ ڈاکٹر عبدالقدیر خان ص ۳۱۶)

پاکستانی حکمران اور امریکہ

ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ پاکستان صرف مسلمان ملکوں سے گہرے رو
پیدا کرتا لیکن ہوا یہ کہ پاکستانی حکمرانوں نے آغاز ہی سے مسلا
ریاستوں کو نظر انداز کر کے امریکہ و برطانیہ سے اپنے تعلقات استوار کرنا چاہیے۔ یہاں تک کہ سویز
مسئلہ پر بھی وہ مغرب کی صف میں کھڑا ہو گیا۔ وزیر اعظم سہروردی نے دسمبر ۱۹۵۶ء کو نیشنل اسمبلی میں تقریر
کرتے ہوئے کہا "امریکہ اور برطانیہ جیسی بڑی طاقتوں کے ساتھ بندھنے کی بجائے ہم مسلمان ملکوں سے
متحد کیوں نہیں ہوتے؟ میرا جواب ہے کہ صفر + صفر + صفر بہر حال صفر ہی رہے گا۔ ۲۲ فروری ۱۹۵۷ء
کو انہوں نے کہا یہ ہماری بڑی خوش قسمتی ہے کہ ہماری پشت پر ایک طاقت ور ملک (امریکہ) ہے جو ہما
سالمیت اور سیاسی آزادی کی ضمانت دے رہا ہے۔ پھر ۲۵ فروری کو انہوں نے مزید کہا وہ یہ یاد رکھ
کہ ہم دل و جان سے ان کے ساتھ ہیں۔ اگرچہ ہم چھوٹے ہیں...... ان کو ہم سے زیادہ بڑا وفادار دو
نہیں ملے گا۔ صدر ایوب نے جولائی ۱۹۶۵ء کو فارن افیئرز میں لکھا "پاکستان نے کھلم کھلا اور غیر مشر
طور پر اپنی قسمت مغرب کے ساتھ وابستہ کر دی ہے ۱۷ جولائی ۱۹۶۱ء کو انہوں نے کہا جب مشکل وقت پڑے
تو ایشیا میں پاکستان امریکا کا واحد دوست ہوگا۔ امریکہ نے جب آنکھیں پھیرنا شروع کیں تو مسٹر بھٹو نے
۲۴ جولائی ۱۹۶۳ء کو نیشنل اسمبلی میں گلہ کیا "ہم نے مغرب کے لیے قربانیاں دیں ہیں مسٹر کروشچیف نے
دھمکی دی کہ پاکستان کو نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ ہم نے اپنا پورا مستقبل مغرب کے ساتھ اتحاد کے دا
پر لگا دیا لیکن آج کیا ہو رہا ہے۔ موجودہ حکومتیں بھی اپنے بڑوں کے نقش قدم پہ امریکہ کی خوشنودی کے
بے چین ہیں۔

(دستاویزات صفحہ ۱۲۵، صفحہ ۱۳۴، صفحہ ۱۲۸، صفحہ ۱۸۷، صفحہ ۲۵۳، صفحہ

امریکی امداد کی کہانی

جس بے سرو سامانی کے عالم میں پاکستان بنا اس کی وجہ سے امریکا کے در تک
جانے میں اس کا ایک اہم ہدف اسلحہ کا حصول تھا۔ ۱۹۵۵ء۔ ۱۹۶۵ء کے دورا
امریکا کے فراہم کردہ ۹۰۰ ملین ڈالر کے اسلحہ نے یقیناً پاکستان کی دفاعی صلاحیت میں نمایاں اضافہ کیا۔ لیک
اسلحہ جس مقدار میں ملا اس کی جتنی گراں سیاسی قیمت پہلے یا بعد میں وصول کی گئی اتنا اسلحہ نہیں دیا گیا اور جو
جس رفتار سے ملا۔ جس طرح اس پہ بار بار بندشیں لگتی رہیں وہ یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی ہے کہ یہ اسلحہ
پاکستان کے دفاع اور سلامتی کے لیے نہ تھا۔

امریکہ نے پاکستان کو اسلحہ کی فراہمی پر پہلی پابندی ۱۲ مارچ ۱۹۴۸ء کو لگائی کشمیر میں فوجی کارروائیوں
کے آغاز کے نتیجہ میں وزیر خارجہ جارج مارشل کی سفارش پر صدر ٹرومین نے بغیر اعلان کے یہ غیر رسمی پابندی

ںدکی دستاویزات ص۹۸)

غیر جانب داری کے نام پر یہ پابندی انتہائی جانب دارتھی اس لیے کہ اس وقت پاکستان کے پاس
رتوس تک بھی نہ تھے ۔ یہ پابندی اتنی شدید تھی کہ جب مئی ۱۹۴۸ء میں برطانوی حکومت نے کچھ کارتوس پاکستان
بھیجنا چاہے تو اس کو منع کر دیا گیا۔ یہ پابندی ۲۹ مارچ ۱۹۴۹ء کو اٹھائی گئی۔ ۸ ستمبر ۱۹۶۵ء عین پاک بھارت
ک کے دوران صدر جانسن نے دوسری بار پاکستان کو ہر قسم کے اسلحہ کی ترسیل پر بلکہ تمام معاشی امداد پر بھی مکمل
ندی عائد کردی۔ پھر صدر نکسن نے چین سے تعلقات استوار کرانے میں پاکستان کی مدد کے صلہ میں ۱۹۶۹ء میں
ت ایک کی بنیاد پر پاکستان کو نقد ادائیگی پر ۳۰۰ مسلح فوجی بردار گاڑیاں (APC) فراہم کرنے کی منظوری دیتے
ظیم احسان کیا۔ لیکن ۱۹۷۰-۷۱ء میں مشرقی پاکستان میں فوجی کاروائی اور کانگریس کی شدید مخالفت کی بنیاد صدر
ن بات اس سے آگے نہ بڑھا سکے۔ بلکہ اپریل ۱۹۷۱ء میں پھر مکمل پابندی لگادی گئی اور ۳۰۰ گاڑیوں کی فراہمی بھی
ی کی قیمت پاکستان ادا کر چکا تھا ۱۹۷۵ء جاکر مکمل ہوئی۔ (ترجمان القرآن۔ اگست ۱۹۹۴ء)

مسٹر بھٹو نے بھی اسلحہ کا روزن کھلوانے کے لیے جان توڑ کوشش کی ان کے واشنگٹن کے دورے کے
ا اپریل ۱۹۷۲ء میں پھر کھڑکی ذرا سی کھولی گئی اور کچھ فالتو پرزے فراہم کیے گئے۔

دسمبر ۱۹۷۹ء میں جب روس نے افغانستان پر حملہ کیا تو امریکہ کے رویہ میں راتوں رات تبدیلی آگئی صدر کارٹر
ے نائب برائے قومی سلامتی ڈاکٹر زبگینو برزنسکی نے ۳۰ دسمبر کو کھلے عام امریکہ کے اس عہد کی تجدید کی کہ پاکستان
ی علاقائی سلامتی کے لیے امریکہ کو اپنی فوجی قوت بھی استعمال کرنا پڑی تو اس سے بھی دریغ نہیں کیا جائے گا۔
۱۲ جنوری ۱۹۸۵ء واشنگٹن میں صدر کارٹر، مسٹر وینس اور ڈاکٹر برزنسکی نے پاکستان کے مشیر امور خارجہ آغا
اہی کی زیر قیادت پاکستانی وفد سے مذاکرات کیے اور سرکاری ذرائع نے انکشاف کیا کہ امریکہ نے پاکستان کو
ندہ دو برسوں کے دوران ۴۰ کروڑ مالیت کی اقتصادی اور فوجی امداد کی پیش کش کی ہے۔ جون ۱۹۸۲ء سے
عد امریکہ نے پاکستان کو ۱۶-F طیاروں، وولف ہیلی کاپٹر، سٹنگر میزائل اور دوسرے مختلف نوع جدید
ہتھیاروں کی ترسیل شروع کی یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ایف-۱۶ طیاروں کے تین اسکواڈرن فروخت
رنا منظور کیا قیمت بھی لے لی لیکن مطلوبہ تعداد میں طیارے ابھی تک فراہم نہیں کیے گئے جس کی وجہ سے پاکستان
ر ۶۵ کروڑ اسی لاکھ ڈالر کا نقصان ہو رہا ہے۔

رنج پلانٹ کی خریداری اور امریکہ

عربوں اور اسرائیل کے درمیان اکتوبر ۱۹۷۳ء کی جنگ کے بعد تیل کی قیمتوں میں زبردست اضافہ کے باعث پاکستان
اپنی توانائی کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے ایٹمی بجلی گھروں کے قیام کا منصوبہ بنایا اس سلسلہ میں جب

فرانس نے پاکستان کے ساتھ ایک معاہدہ پر دستخط کیے جس کے تحت فرانس نے ایک ایٹمی ری پراسیسنگ پاکستان کو مہیا کرنا تھا لیکن امریکہ نے پاکستان کو یہ معاہدہ منسوخ کرنے پر مجبور کر دیا اور امریکی وزیر خارجہ ہنری نے پاکستان کو پلانٹ حاصل کرنے کی صورت میں سبق سکھانے کی کھلی دھمکی دی۔ دوسری طرف امریکہ نے اس کو ایٹمی طاقت بنایا۔ ابھی تک امریکہ نے پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو بہانہ بنا کر ہر قسم کی امداد پر پابندی عائد کی ہوئی ہے۔ (خارجہ پالیسی۔ ص ۳۸۵، ۳۸۴)

بھارت اور امریکہ

امریکہ کی پاکستان دشمنی کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے کہ وہ ۱۹۶۲ء سے بھارت کی امداد کر رہا ہے۔ چین بھارت سرحدی جھڑپ کے بعد امریکہ نے بھارت کی بے پایاں فوجی امداد کی ہے اور ۱۹۶۴ء میں پنڈت نہرو کے انتقال تک بھارت کھربوں ڈالر کا امریکی اسلحہ حاصل کر چکا ہے ۱۹۶۱ء میں جب ڈیموکریٹک پارٹی برسر اقتدار آئی تو امریکہ کے پالیسی سازوں نے پاکستان کو فوجی امداد پر نکتہ چینی کی اور یہ کہنا شروع کیا کہ پاکستان کو فوجی امداد دینے سے امریکہ اور بھارت کے تعلقات متاثر ہوتے ہیں۔ چنانچہ چیسٹر باولز نے "ایشیا اور امریکی پالیسی" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جس سے امریکہ کی بھارت نوازی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

"یہ حساب تو بڑا مضحکہ خیز ہے کہ آٹھ کروڑ پاکستانیوں کی امداد کر کے ۴۳ کروڑ بھارتی باشندوں کو ناراض کیا جائے۔ پھر پاکستانی بھی ایسے جو دو حصوں میں بٹے ہوئے ہیں اور ان میں ایک ہزار میل کا بھارتی علاقہ حائل ہے۔" (پاکستان کی خارجہ پالیسی۔ ۳۶۷)

امریکہ اور کشمیر

کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے۔ امریکہ سے اس کی مکمل وابستگی کا ایک بڑا ہدف یہ بھی تھا کہ کشمیر میں رائے شماری کرانے کے لیے امریکہ اپنا وزن ڈالے گا۔ لیکن شہادت کے انبار ہیں کہ امریکہ نے کشمیر کے مسئلہ کے لیے چند رسمی کارروائیوں اور خوش نما الفاظ کے علاوہ نہ کچھ کیا اور نہ کرنا چاہا۔

لیاقت علی خان تو اتنا سادہ لوح تھے کہ وہ سمجھتے تھے کہ امریکہ کشمیر میں ہندوستان کی جارحیت کو کوریا کی جارحیت کے مساوی سمجھے گا۔ جیسے آج لوگ توقع رکھتے ہیں کہ امریکہ بوسنیا میں اسی طرح کارروائی کرے گا جس طرح اس نے خلیج میں کی وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ کوریا اور خلیج میں مغربی مفادات اور تیل بستے تھے جب کہ کشمیر اور بوسنیا میں صرف مظلوم انسان اور وہ بھی مسلمان۔ اب جب کہ ہندوستان کشمیر میں بدترین مظالم ڈھا رہا ہے امریکہ نے پاکستان کو دہشت گرد قرار دے رکھا ہے۔

حالات کچھ بھی ہوں امریکہ سے کسی بھلائی کی توقع رکھنا بیکار ہے۔

لمان حکمران اپنا قبلہ درست کریں

جب مسلمانوں کے بُرے دن آتے ہیں تو ان کے دلوں سے اللہ کا خوف اور ایمان نکل جاتا ہے یا یوں کہیے کہ جب یہ
یان و یقین سے محروم ہوتی ہے تو فکر و عمل کی غلامی اس کا مقدر بنتی ہے۔ تاریخ گواہ ہے بدر، حنین، قادسیہ
روات ہوں قیصر و کسریٰ کی تسخیر ہو، صلیبی جنگیں ہوں ۔ پاک بھارت معرکے ہوں یا افغانستان کا جہاد ۔ ہر
ور زمانے میں مسلمانوں کی فتح کی ضامن اللہ کی مدد اور نصرت ہی رہی ہے ۔ جہاں مسلمانوں کی نظر انہی تعداد
سباب پر گئی اللہ کی تائید اور نصرت سے محروم ہو گئے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب میری
دُنیا کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی تو اسلام کی ہیبت اور وقعت ان کے دلوں سے نکل جائے گی ۔ افسوس!
انہ آگیا اب اللہ کی توحید و عظمت ہمارے دلوں سے نکل گئی جو کبھی اہل ایمان کی اصل طاقت تھی ۔

"وہ جن سے لوگوں نے کہا تمہارے خلاف بڑے لوگ جمع ہو گئے ہیں ان سے ڈرو تو یہ سن کر
ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے لیے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین
کارساز ہے ۔" (القرآن)

جب مسلمان حکمران امریکہ جیسے ملک کی پشت پناہی کو اپنی سالمیت اور آزادی کا ضامن سمجھیں تو پھر تدبیر
در کی بات کرنا بیکار ہے ۔ چوروں اور ڈاکوؤں سے ڈر کر ان سے دوستی کرنا کہاں کی عقل مندی ہے ۔
کارڈینل ولزلے رم ۔ ۱۵۲۵) کو جس نے برطانیہ کے ہنری ہشتم کی وفاداری اور یکے بعد دیگرے اس
دیوں کیلئے اجتہاد و تعریف میں اپنی جان لڑا دی تھی بالآخر بادشاہ نے موت کی کوٹھری میں پہنچا دیا ۔ تو اس
ہا اگر میں نے اتنی ہی جانثاری سے اپنے خدا کی خدمت کی ہوتی تو وہ مجھے اس انجام تک نہ پہنچاتا ۔
جس یکسوئی اور اخلاص سے ہم نے امریکہ کی طرف دیکھا اگر اپنے خدا کی طرف دیکھتے اور اس کا دامن
نے تو اس انجام تک نہ پہنچتے ، آخر ہم قرآن کے اس فیصلے کا یقین کیوں نہیں کرتے ۔

"اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آ سکتا اور اگر وہ تمہارا ساتھ چھوڑ دے تو
اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے اور مومنوں کو چاہیئے کہ اللہ ہی پر اعتماد کریں ۔" (آل عمران)

افسوس ہم نے اللہ ۔ رسول ؐ اور ایمان والوں کی دوستی اختیار نہ کی حالانکہ یہ کام بہت آسان اور
عزت و وقار تھا ۔ اقبال نے سچ ہی کہا تھا ۔

بتوں سے تجھے امیدیں خدا سے نا امیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے ؟

مولانا سعید احمد مکۃ المکرمہ

دینی مدارس (ضرورت، اہمیت اور کردار)
(۲)

دینی مدارس کمرشل ادارے نہیں

ہمارے دینی مدارس کی اساس للہیت پر قائم ہے یہ تعلیمی اڈے نہیں جہاں فیس وغیرہ حاصل کر کے تعلیم برائے تجـ دی جائے بلکہ یہ مدارس طلبہ کے قیام و طعام، لباس اور دیگر ضروریات کی کفالت کرتے ہیں، ان اداروں انتظام و انصرام حکومتوں کے بجائے غریب عوام اور مخیر حضرات کے تعاون سے ہوتا ہے۔ بلکہ بعض ادار تو حکومتی امداد کو قبول بھی نہیں کرتے۔ لہٰذا یہ کسی سیاسی تنظیم کے آلۂ کار یا کسی حکومت کے ایجنٹ بھی نہیں سکتے۔ ان اداروں کے اس استقلال اور ان کے فضلاء کا تشدد تو نہیں بلکہ تمسک فی الدین اعدائے کے علاوہ اپنی قوم کے ملحد و بے دین افراد کے لیے ہمیشہ باعث خطرہ رہتا ہے،

دینی مدارس کی ہمارے ملک میں ایک تاریخ ہے۔ ان کے فضلاء اور طلبہ کو راسخ العقیدہ اصول دین نظریہ اور عقیدہ پر ہر قربانی دینے والے اور زندگی کے مقررہ نصب العین کی طرف بلاخوف و خطر گامزن پایا ہے۔ اگرچہ بعض افراد کے عمل میں کوتاہی ہو، مگر یہ عمومی حالت کا بیان ہے، پھر استثناء تو ہر جگہ موجود ہوتی

تمسک بالدین کی سزا

اعدائے اسلام نے ان کو متشدد، بنیاد پرست، اصول پرست، الغرض اپنی مر مطلب کے جن جن القابات سے نوازا اُن کے عزم و ہمت میں ذرہ بھر نہ آیا۔ بلکہ الحمدللہ اب تو ہمارے معاشرہ کے نوجوانوں کی اکثریت ان القابات پر فخر کرتی ہے۔ کیوں کہ یہ ا محض دینداری کی بنا پر ہی دیئے جاتے ہیں،

اہل دین کے مقابلہ میں کٹر لادین طبقہ کا وجود

ہمارے دینی مدارس کی برصغیر میں اس روشن کو دیکھ کر تقسیم سے بہت پہلے انگریز اہل فکر کو کی تقلید کا خیال پیدا ہوا۔ چونکہ ہمارے دینی مدارس کی اکثریت رہائشی ادارے IDENTIONINSTITUTES کی ہے۔ اور وہاں کے فضلاء اپنے تمسک میں ضرب المثل تھے۔ تو انگریز نے اپنے دور استعمار میں ایسے کئی اد اپنے بڑے قائدین کے نام پر برصغیر میں قائم کئے۔ تاکہ وہاں کٹر لادین پیدا کئے جائیں۔ ان میں ہماری نسل مخصوص طبقہ کے لوگ تعلیم حاصل کریں۔ جن کا رنگ تو سرخ ہو مگر خون بالکل سفید۔ فکر و دل مغربی، قلب ایمان خالی یا ضعیف اور قالب اسلامی معاشرے سے بالکل عاری، چال، ڈھال، زبان و کلچر بدیسی۔ ان اداروں فضلاء انگریزی حکومت کے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوں۔ اور یہ دیسی استعمار انگریزی استعمار کے کٹر نمائند بن کر اپنی ہی ملت اور قوم کے افراد پر حکومت بھی کریں اور ان کے دین اور تہذیب و ثقافت سے تمسخ

شریعت کو اس زمانے میں ناقابل اصلاح یا ناقابل عمل قرار دے کر اس کی جگہ استعمار کے نظام زندگی کو اختیار
کرنے کی ترغیب بھی دیں اور اس کے لیے جدوجہد بھی کریں۔ اس طرح اپنے آقاؤں کی نمک خواری کا حق ادا کریں
اور اہل دین کے خلاف اپنے ہر اقدام میں نیز ملکی مفاد کو قربان کرتے ہوئے اپنے آقاؤں سے ڈکٹیشن لیں،
انہیں کے منصوبوں کو یہ نام نہاد مسلم زعماء اپنے ہاتھوں پایۂ تکمیل تک پہنچا کر اپنی ملت و ملک سے غداری اور اپنے
آقاؤں سے وفاداری کے ثبوت مہیا کریں۔

یہی وجہ ہے کہ آج کے جدید استعمار اور عالمی غنڈے امریکا کے ایجنٹوں نے اپنے محب وطن و محب
دین اہل علم کو وہی القابات دیئے جو ان کے آقا پہلے دے چکے تھے۔ مزید ان کو اس طرح بھی مسلم عوام میں بدنام
کیا کہ ان کی دینداری ہماری ترقی میں رکاوٹ ہے۔ بلکہ بڑی ڈھٹائی سے بعض مسلم حکمرانوں نے اعلان کیا (وزیر اعظم
پاکستان مسز بے نظیر نے) کہ ہمیں بنیاد پرستی یا ترقی ہر دو میں سے ایک کو اختیار کرنا ہوگا۔ یہ تو تصویر کا ایک رخ ہے۔

غلبۂ دین کے اسباب اور اعدائے دین کا اضطراب

دوسری طرف اللہ نے غلبۂ دین کے اسباب پیدا فرمانا شروع کر دیئے، اور
دینی دعوت کے نتیجہ میں دینی مدارس کے علاوہ اسکولوں، کالجوں بلکہ مذکورہ انگریزی اداروں کے طلبہ کی ایک
بڑی تعداد نور بصیرت سے منور ہو کر شریعت اسلامیہ کی عظمت سمجھنے لگے۔ ملک و ملت کے خلاف اعدائے اسلام
کے مکروہ عزائم ان پر آشکارا ہو گئے۔ اور وہ بھی دین کے دفاع اور شریعت کی تنفیذ کے جہاد میں علماء و فضلاء
کے ساتھ شریک جہاد ہو گئے۔

اللہ کی قدرت کہ یورپ میں مقیم مسلمانوں کی جدید نسل میں ہزاروں نوجوان نظام اسلامی کی برتری اور دیگر
نظامہائے حکومت جمہوریت وغیرہ کی نحوستوں کو واشگاف الفاظ میں بیان کرنے لگے ان نوجوانوں نے اس
پیغام کو عام کرنے کی جدوجہد تیز کر دی کہ مسلم امت کی عزت اور شرف صرف اور صرف بلاد اسلامیہ میں تنفیذ شریعت
اور اقامت جہاد میں ہی ہے تو کفر کے ایوان مسلم امت کے نوجوانوں کے دین کی طرف رجوع اور اس کی خاطر
قربانی کے جذبہ سے مضطرب ہونا شروع ہو گئے اور اس ابھرنے والی اسلامی قوت کو دبانے کی تدابیر کرنے لگے۔

علاوہ ازیں جہاد افغانستان میں شریک بلاد اسلامیہ کے نوجوان جب اپنے اپنے ملکوں میں واپس لوٹے تو
انہوں نے کفر کے نظاموں کو کھلا چیلنج اور استعمار کے ایجنٹوں، اپنے حکمرانوں سے شدت کے ساتھ تنفیذ
شریعت کا مطالبہ کر دیا۔ یہ بات ان ممالک کے استعمار سرپرست حکمرانوں کے لیے بہت پریشانی کا باعث بنی۔

بلاد اسلامیہ اور ان کے دیندار عوام اور دینی مدارس کے فضلاء کی یہی مجموعی صورت حال اعدائے اسلام
اور لادینی کے مغربی آقاؤں اور ان کے ایجنٹوں کے اضطراب و پریشانی کا موجب ہے کہ ان کی ہزارہا کوششوں

اور متنوع جدوجہد کے باوجود اہل دین قوت پکڑ رہے ہیں یا ان کی عددی قوت بڑھ رہی ہے، یہ لوگ اپنی دینی آزادی کا سودا کرنے والے نہیں ہیں تو اب حل صرف یہ ہے کہ ان رصدگاہوں کا رخ کیا جائے جہاں سے یہ لوگ ایمانی، روحانی اور فکری تقویت حاصل کرکے اپنے جذبات کو تازگی بخشتے ہیں، اور یہ بلاد اسلامیہ کے دینی مدارس ہی ہیں جو اپنے خاص اور خالص طریق کار سے ان فدائی اور دین کے پروانوں کو پروان چڑھاتے ہیں۔ جنہیں کوئی طمع یا خوف اپنے نصب العین سے نہیں ہٹا سکتا۔ وطن عزیز کی بدقسمتی کہ وہاں کی موجودہ حکومت جو پہلے ہی سے دین سے، بنیاد پرستی سے آزادی کے نام پر امریکی کلچر کی درآمد بیزاری کی دعویدار ہے اور دینی جماعتوں و محب وطن افراد کے خلاف اپنے اقدامات اور اپنی لادینی پالیسیوں کی وجہ سے معروف ہے اس لئے بھی موقعہ کو غنیمت جانا اور اس نے بھی ان ہی مدارس دینیہ کو نشانہ بنایا تاکہ پاکستان کے مدارس دینیہ کو غلام بنا کر شام، مصر اور الجزائر جیسے حالات پیدا کریں۔

قرآن وسنت اور شریعت اسلامیہ کے یہ داعی اور نقیب ادارے جو اللہ کے فضل وکرم اور مسلم عوام کے تعاون سے چل رہے ہیں ان کا خاتمہ تو کسی بھی لادینی حکومت کے بس میں نہیں بلکہ اس کے زوال کا باعث ہی ہوسکتا ہے۔ مگر ان میں اصلاح وترمیم کے نام سے امریکن آقاؤں کے اشاروں پر اپنے اور ان کے مذموم مقاصد کی تنفیذ کی خاطر مختلف ہتھکنڈوں اور ان مدارس دینیہ پر بے بنیاد الزامات لگا کر پھر نامناسب اقدامات کرکے شاید حکومت کے لیے مغربی آقاؤں سے کچھ قرب کا ذریعہ بن سکے اور ان کے مذموم مقاصد کی تنفیذ کی راہ ہموار ہوسکے، ہم ضروری جانتے ہیں کہ ان سطور میں اب پاکستان کے مدارس دینیہ کے بارے میں ان پر عائد کردہ حکومتی الزامات اور اقدامات کا تجزیہ پیش کریں۔ جو نمبروار تحریر کیا جاتا ہے۔

موجودہ حکومت پاکستان کا خیال ہے کہ!

(۱) مدارس دینیہ کے نصابات ملکی مفاد سے ہم آہنگ نہیں۔ لہذا ان نصابات کو تبدیل کرنے کے لیے اقدامات کئے جائیں گے،

اس سلسلے میں دو امر قابل غور ہیں۔

ا۔ مدارس کے قیام کے اہداف کا مطالعہ۔

ب۔ مملکت خداداد پاکستان کے قیام کے مقصد کا مطالعہ

مدارس کے سلسلہ میں تو عرض ہے کہ ان کی تاسیس کا ہدف عالی تو قرآن وسنت شریعت مطہرہ کی تعلیمات کے ماہرین پیدا کرنا ہے، اور اسلام کے محاسن اور تعلیمات کو مسلم امت کے افراد و معاشرے میں عام کرنا ہے، رہی وطن عزیز ارض پاک کی تاسیس تو وہی نظریۂ پاکستان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اس کی اساس ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہمارا اولین ملکی مفاد اسلامی نظام کا کامل و مکمل طور پہ نفاذ ہے، بقیہ مفادات ثانوی درجہ رکھتے ہیں، اسلام اور پاکستان دونوں لازم و ملزوم ہیں، پاکستان اگر جسد و جسم ہے تو اسلام اس کی روح و جان ہے۔

ہر ڈو کی خدمت و حفاظت اور اس کی خاطر قربانی ہی محب وطن ہونے کی علامت ہے۔

اور مدارس دینیہ جو کتاب و سنت، شریعت اسلامیہ کی تعلیمات کے لیے وقف ہیں تو وہ اس ملک کی نظریاتی حدود کے محافظ و نگران ہیں، رہی ان کے نصاب کی بات تو قرآن تو اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو چودہ سو سال قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، اور بلا تحریف و تغیر آج تک محفوظ ہے اور رہے گا جو شریعت اسلامیہ کی اصل الاصول ہے، اور سنت تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودات و تقریرات کا مجموعہ ہے جو سلف امت نے حدیثی مجموعہ کی صورت میں محفوظ فرما دیا۔ اور فقہائے اسلام نے ان کی تشریحات اسلامی فقہ کی شکل میں مرتب کر دیں۔ اور مفسرین عظام نے سلف کی ان تشریحات کو اپنی تفاسیر میں تحریر کر کے امت کے سامنے شریعت کا مجموعہ پیش کر دیا تاکہ آئندہ نسلیں اس سے استفادہ کرتی رہیں۔ یہی مدارس دینیہ کا اعلیٰ نصاب ہے۔

البتہ وہ علوم جو قرآن و سنت کی فہم میں معاون و ممد ثابت ہو سکتے ہیں، یا نئی تحریرات جو اکابر علمائے امت نے اس دور کی مناسبت سے تحریر کی ہیں یا نئے مسائل کے حل پیش کئے ہیں تو ان سے استفادہ یا بطور نصاب شامل کرنے کا کس کو انکار ہے؟ نئی تالیفات اور جدید طرق تدریس سے استفادہ یا اس کے لیے نئی مقررات جو دور حاضر کی ذہنی استعداد کے موافق ہوں اس پر کوئی مضائقہ نہیں۔ مگر اس کا فیصلہ کون کرے گا؟

کیا حکومت کی تشکیل کردہ اسلامی نظریاتی کونسل! جس کے چیئرمین شریعت اسلامیہ کے حروف ابجد سے بھی ناواقف ہیں، یا اس کا فیصلہ وہ ماہر اساتذہ کریں گے جو برسہائے برس سے تدریس علوم شرعیہ کا تجربہ رکھتے ہیں۔ اس سلسلہ میں وہ مناسب تبدیلیاں کرتے ہی رہتے ہیں اور قبول کرنے کے لیے بھی تیار ہیں،

(۲) مدارس کی آڈٹ حکومت کے دل میں مدارس کی آڈٹ کا جذبۂ خیر بھی موجزن ہے۔ ان مدارس پر غریب مسلم عوام ان س اور مخیر حضرات کا پیسہ صرف ہوتا ہے، مگر حکومت حریص ہے کہ ان کا آڈٹ خود کرے۔ جب کہ ہمارے عوام مطمئن ہو کر بطیب خاطر اپنی وسعت سے بڑھ کر ان مدارس پہ خرچ کر رہے ہیں۔ جب کہ دوسری طرف اہل اقتدار اپنے بیرونی اسفار اور اندرونی عیش و عشرت پہ پاکستانی غریب عوام کے بیت المال سے کروڑوں روپیہ بلا حساب اور بلا خوف و خطر خرچ کریں جن کا کوئی آڈٹ وغیرہ نہیں اور ان کے ایک سفر کے اخراجات ہزاروں مدارس کے سالانہ بجٹ سے بھی بڑھ کر ہیں، اور

اگر کوئی استفسار کرے تو انتقامی کارروائیوں کا نشانہ بن جائے۔ مدارس کے یہ نام نہاد مصلح خود "پتھر ہضم، لکڑ ہضم" کا مصداق ہیں، جب کہ ہر مدرسہ کے حسابات حکومت کے منظور شدہ آڈٹ کے ادارے آڈٹ کرتے ہیں، اور ہر مدرسہ اپنی سالانہ روئیداد میں ان کو شائع بھی کرتا ہے۔ کیا ان عیش و عشرت پجاریوں نے بھی کبھی اپنی فضول خرچیوں کی روئیداد میں ان کو شائع کی ہے؟

(۴) بیرونی امداد

دینی مدارس کے بارے میں حکومت نے یہ بھی اعتراض اٹھایا ہے کہ ان کو بیرونی ممالک سے مالی امداد ملتی ہے۔ جب کہ اہل ہوس و اقتدار چاہتے ہیں کہ وہ بھی ان کے قبضہ میں آجائے تا کہ وہ اس کو بھی اپنی عیش و عشرت پہ بآسانی خرچ کرسکیں اس سلسلہ میں عرض ہے کہ بیرونی ممالک میں مقیم ہموطن جب ان مدارس کی کامیاب کارکردگی کا مشاہدہ خود کرتے ہیں اور مقابلتاً جیسا کہ ہمارے وطن کے دینی اداروں کی کارکردگی بیرونی ممالک کی دینی جامعات (اور ہماری عمومی جامعات) سے کہیں بڑھ کر ہے کیوں کہ مدارس عربیہ والے تو معمولی بجٹ سے ہزاروں طالبان دین کو تعلیمی زیور سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی رہائش و طعام کا بھی انتظام کرتے ہیں تو بیرون ملک ہم وطن ان ہی مدارس کو اپنی معاونت کا سب سے بڑا مستحق جان کران کو امداد بھیجتے ہیں۔

مدارس عربیہ کی خدمات

ان مدارس کے فضلاء و علماء اندرون ملک و بیرون ملک وطن و قوم کی وہ خدمات انجام دے رہے ہیں جن پر جتنا فخر کیا جائے کم ہے۔ ان ہی کی وجہ سے ملک کا نام روشن ہے۔ ہم نے خود یورپ اور امریکا کے اسفار میں اسی بات کا مشاہدہ کیا ہے کہ وہاں کی مساجد کے محراب و منبر اور مدارس و دیگر درس گاہوں کو ارض پاک ہی کے فضلاء نے رونق بخشی ہوئی ہے اور وہی وہاں اشاعت اسلام کے لیے دن رات محنت کر کے پاکستان کا نام روشن کر رہے ہیں۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ ان ممالک میں پاکستانی کلچر کی حفاظت خصوصاً نئی نسلوں کا وطن عزیز سے فکری رابطے کا سہرا بھی ان ہی مدارس کے فضلاء کے سر ہے جو اپنی نئی نسلوں کو اپنی تہذیب و ثقافت پر فخر کرنے کی علمی تربیت کر رہے ہیں ان مدارس دینیہ نے دینی ضروریات میں صرف اپنے ملک کو ہی نہیں بلکہ اپنی نسلوں کو بیرون ملک میں خود کفیل کر دیا ہے۔ اس لیے وہ یہ خوب سمجھتے ہیں کہ ہمارے مالی تعاون کے سب سے بڑھ کر مستحق ہمارے ملک کے دینی ادارے ہی ہیں۔ لہذا بیرون ملک بسنے والے دینی مخیر حضرات اپنے ملک کے دینی اداروں سے مالی تعاون کرتے ہیں۔

کچھ تقابل

دینی اور عصری اداروں کا اگر تقابل کیا جائے تو ہمارے عصری تعلیمی اداروں کی اگرچہ افادیت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا، مگر مدارس کے تقابل سے دیکھیں تو ان جامعات کے طلباء کروڑوں روپے کے زرمبادلہ سے غیر ملکی جامعات میں عصری علوم کو حاصل کرتے ہیں۔ مگر آج تک

کسی میدان میں ملک کو خود کفیل نہیں بنا سکے، وہ یا تو وہاں جا کر اپنے افکار کو اور اپنی نسلوں کو اغیار کے افکار میں تبدیل کرکے لوٹتے ہیں یا اپنی نسلوں کو اغیار کی نسلوں میں گڈمڈ کر کے ندامت کے ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں۔ اِلّا ماشاء اللہ،

روشن مثال

تدریس علوم اسلامیہ، محراب ومنبر کے خطبات کے علاوہ افضل الأعمال تدریس قرآن اور خصوصاً تحفیظ قرآن کے سلسلہ میں تو ہمارے وطن عزیز پاکستان کے دینی مدارس کے فضلاء وحفاظ کرام نے تاریخ میں روشن مثالیں قائم کرکے ملک وقوم کا نام بھی روشن کیا ہے۔ صرف چند سال پہلے بلاد عربیہ میں اکثر مساجد کے ائمہ قیام اللیل کے ایام میں قرآن مجید کھول کر اس سے دیکھ کر پڑھتے، تجوید کے قواعد کی رعایت تو دور کی بات ہے۔ حالانکہ قرآن ان ہی کی مادری زبان میں نازل ہوا۔ آج آپ جو بلاد عربیہ اور خصوصاً سعودی عرب میں صلوٰۃ قیام اللیل میں ان کو دیکھتے اور قواعد تجوید کے ساتھ قرآن مجید سننے کی جو سعادت حاصل کر رہے ہیں اس کا سہرا بھی وطن عزیز کے ان مدارس دینیہ ہی کے سر ہے۔

اس سلسلہ میں شیخ محمد یوسف سیٹھی مرحوم کا نام نور کے حروف سے تاریخ میں لکھا جائے گا جنہوں نے اس کمی محسوس کیا اور اس کی فکر کرتے ہوئے پاکستان کے مدارس دینیہ کے حفاظ وقراء کی ایک ٹیم کو بلاد عربیہ خصوصاً سعودی عرب میں بھجوایا، یہ لوگ "جماعت تحفیظ القرآن" سعودیہ کے اولین بانی مدرسین ہیں۔ جنہوں نے نہایت ہی قلیل تنخواہ پر قناعت کرتے ہوئے تحفیظ قرآن کے مکاتب کھولے اور اپنی محنت شاقہ سے چند ہی سالوں میں ان مکاتب کی تعداد کو سینکڑوں تک پہنچا دیا۔ پھر اس ادارہ کے فارغ التحصیل حفاظ کرام ہزاروں کی تعداد میں نہ صرف سعودی عرب کی مساجد کے لیے خود کفیل ہو گئے بلکہ آسٹریلیا، یورپ اور امریکہ کی مساجد میں رابطہ عالم اسلامی کی طرف سے ہر سال رمضان المبارک میں نماز تراویح کی امامت کے لیے جاتے ہیں،

اسی طرح سیٹھی مرحوم نے ایک ٹیم افریقی ممالک میں بھیجی۔ جن کے ذریعہ سے آج افریقی طلبہ حفاظ وقراء بن کر وطن بلال رضؓ میں نور قرآن سے اپنے ممالک کو منور کر رہے ہیں۔

مخصوص فرقہ کی مصروفیات

ہاں البتہ ایک مخصوص طبقہ کہ جس کے کردار سے حکومت بھی خوب آگاہ ہے۔ اور جس کو بیرون ممالک ایک ایسی حکومت کی سرپرستی حاصل ہے جو اپنے نام نہاد اسلامی انقلاب کو درآمد کرنے کی تگ ودو میں دن رات کوشاں ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ وہ اس کی فکر کرے اگر موجودہ حکومت اس کے خلاف کیسے کارروائی کرسکتی ہے۔ اس کے علاوہ "قادیانیوں کی ملک وملت دشمنی کی کوششوں سے کون بے خبر ہے۔

مشنری ادارے اور حکومت کا رویہ بیرون ممالک میں مقیم اپنے ہموطن احباب کی طرف سے ملنے والے زرمبادلہ جو کہ خالصتاً اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے صرف ہوتا ہے حکومت کی آنکھوں میں کھٹکتا ہے، مگر بیرونی ممالک کے N.G.O.s جو مختلف ممالک سے آکر رجال کار اور مادی وسائل سے خالص گمراہی پھیلا رہے ہیں، ان کی طرف سے حکومت نے آنکھیں اس لیے بند کر رکھی ہیں کہ وہ توان کے آقاؤں کے پیغام بردار ہیں جو الحاد و زندقہ اور ارتداد جیسی مہلک بیماریوں کی سوغات سے پاک اہل وطن کو پلید کرنے کی انتھک کوششوں میں رات دن کوشاں ہیں۔

(۴) جہادی تربیت اور اس کا مصرف دینی مدارس پر ہجوم اور حملہ کے جواز میں موجودہ حکومت پاکستان نے یہ بھی کہا ہے کہ بعض دینی مدارس میں طلبہ کو اسلحہ کی تربیت دی جاتی ہے۔ لہٰذا جن مدارس میں فوجی تربیت دی جاتی ہے ان پر مکمل پابندی عائد کی جائے گی۔ شاید حکومت دہشت گردی کے خاتمہ کا نیک عزم رکھتی ہے! ملک میں کھلم کھلا دہشت گردی کے وجود سے انکار نہیں۔ اس کا استحصال نہایت مستحسن اقدام ہے۔ مگر اس نیک مقصد کے حصول کے لیے اگر اخلاص ہو تو مندرجہ ذیل امور پر غور کرنا ضروری ہے تاکہ دہشت گردی کو جڑ سے اکھاڑا جا سکے۔

دہشت گرد کون ہے؟ سوال یہ ہے کہ دہشت گرد کون ہے؟ مدارس دینیہ یا کوئی اور۔ اکن لوگوں کے تعلیمی ادارے اور عبادت گاہیں دہشت گردی کی تربیت کے اڈے ہیں؟ — کن تعلیمی اداروں کے طلبہ اسلحہ کی نمائش کرتے ہیں؟—

یہ باتیں حکومت کے علم میں ہیں اور ذمہ داران حکومت کئی بار اخبارات کی شہ سرخیوں کے ساتھ بتا چکے ہیں، بلاشک ملک میں جرائم پیشہ افراد اور بعض دیگر حلقے اس ناپاک عمل میں ملوث ہیں۔ اس مخصوص طبقے کے بعض دینی، تعلیمی اداروں میں اس کی تربیت کا بھی حکومت نے اعتراف کیا ہے مگر کاروائی — آخر کیوں نہیں؟

فرقہ واریت کے نام سے بھی دہشت گردی ہو رہی ہے جس میں بیرونی طاقتیں ہر دو طبقوں کے افراد کو آلۂ کار بنانے کی کوششوں میں ہیں۔ مگر فرقہ واریت کے علاوہ کھلم کھلا دہشت گردی اور بیرونی ایجنٹوں کے کام سے حکومت کیوں آنکھ بند کئے ہوئے ہے۔

پھر عصری یونیورسٹیوں اور کالجوں کے طلبہ کی تنظیمیں، ملک کی بڑی سیاسی جماعتوں کی ذیلی شاخیں ہیں جو اپنے اپنے سیاستدانوں کے لیے آلۂ کار بن کر دہشت گردی کرتے ہیں۔ دہشت گردی کی اس پوری تفصیل میں دینی مدارس کے طلبہ کا نام آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہے،

اگر بعض مدارس اپنے طلبہ کو عسکری تربیت دیتے ہیں تو کیا N.C.C. این۔سی۔سی کی ٹریننگ ارض پاک

کی حفاظت اور دفاع کے لیے ضروری نہیں، اگر ہے تو دینی مدارس کی عسکری تربیت پر جن کے" ابواب الجہاد" ان کے نصابات میں شامل ہیں اعتراض کیوں؟

پھر دینی مدارس کے طلبہ نے جو عسکری تربیت لی اس کا مصرف کبھی مقابل کے فرقے نہیں رہے بلکہ یہ پہلے تو جہاد افغانستان میں اب جہاد کشمیر میں مصروف ہیں، اور الحمدللہ دونوں مقدس جہادوں میں دینی مدارس کی کثیر تعداد شریک جہاد رہی ہے۔

الٹی منطق مگر امریکہ بہادر کو تو پاکستان کی دہشت گردی کے خاتمہ کی فکر نہیں کہ طلبہ کی سیاسی تنظیموں پر پابندی کا حکم صادر کرے۔ یا بیرونی ایجنٹوں پر نظر رکھنے میں یا پیشہ ور مجرموں کی سرکوبی میں تعاون کر کے پاک وطن کو دہشت گردی سے پاک کرے بلکہ اسے تو صرف دینی مدارس کی جہادی "قوت توڑنے" کی فکر ہے۔ اور اس کے گماشتے اس کی خاطر دینی مدارس کو مورد الزام ٹھہرا رہے ہیں۔

ناصحانہ کلمہ دینی مدارس کے بارے میں بہت سے ارباب حکم حقائق سے بے خبر سُنی سنائی باتوں سے متاثر ہو جاتے ہیں اور ان مدارس کے معادی فریق کا کردار ادا کرتے ہیں۔ گذشتہ بحث سے ان دینی مدارس کے بارے میں الزامات و اقدامات کے تجزیے سے مخلص محب وطن اور انصاف پسند ارباب حکم سے توقع ہے کہ وہ اعدائے اسلام کی رضا کی خاطر مقدس اداروں کے تقدس کو پامال کرنے کی بجائے ان اقدامات سے نہ صرف باز رہیں گے بلکہ اللہ کے حضور ان عزائم سے توبہ بھی کریں گے۔

کیونکہ قال اللہ وقال الرسولؐ کی صداؤں سے معمور ادارے اور ان سے تعلیم لینے والے اور ان میں تعلیم دینے والے اور اس کا اہتمام کرنے والے سبھی اللہ کے خواص ہیں (جن کو حق تعالیٰ ضائع نہیں کرے گا۔) ان سے عداوت غیرت الٰہی کو چیلنج کرنے کے مترادف ہے۔ جو کسی لحاظ سے بھی ارباب اقتدار کو راس نہ آئے گی نہ پہلے آئی ہے۔

دعوتِ فکر اگر وہ باز آئیں تو بہتر ورنہ یہ بھی ارباب علم و فکر پر ان سطور کی تحریر سے واضح ہو گیا ہو گا کہ موجودہ ارباب حکومت کن اغراض و مقاصد اور کن کے "پریشر" دباؤ میں آکر دینی مدارس کی اپنے ڈھنگ (اطوار) سے اصلاح چاہتے ہیں۔ اور ان کو اصل مقاصد سے ہٹا کر اپنے مخصوص مفاد کے لیے کس طرح کام لینا چاہتے ہیں۔ جب کہ نام تو ملکی مفاد کا بدنام کرتے ہیں جو محض ایک دھوکا دہی ہے۔ پھر اہل مدارس کو پاکستان کے سیاسی افق پر موجود سیاسی جماعتوں کے بیرونی تعلقات اور ان کے فکری آقاؤں کا علم بھی ہو گیا ہو گا۔ اور وہ آسانی سے ان میں سے ملک و ملت کے بہی خواہوں اور غداروں میں تمیز کر سکیں گے،

مگر اہل مدارس حضرات طلبہ، مدرسین مدارس کے منتظمین و معاونین سے امید ہے کہ وہ ان حالات میں شرعی قاعدہ (اھون البلیتین) کی عملی تنقید کا موقع ضائع نہ کریں گے۔

اہل مدارس کی خدمات میں گزارشات

دینی مدارس کے طلبہ ہوں یا مدرسین ناظمین و مہتممین یا معاونین سب ہی حضرات سے گذارش ہے کہ مدارس دینیہ کے خلاف اعدائے اسلام اور ان کے ایجنٹوں کی سازشوں سے نہ گھبرائیں بلکہ ثابت قدم رہتے ہوئے اس فتنہ عظیم کو سمجھیں اور اس کے تدارک کی فکر کریں۔

مقصد یہ نہیں کہ وہ آنکھیں بند کرلیں بلکہ دین کے خلاف اس عالمی سازش کا اسی پیمانہ پر معالجہ کرنے کی تدابیر اختیار کریں۔

(۲) یہ احوال اہل دین کو مایوس کرنے کے لیے نہیں بلکہ ان کو خواب غفلت سے جگانے اور شعور فرض شناسی بیدار کرنے کے لئے ہیں، تاکہ واجبات مدرسی میں جو کمی اور کوتاہی اور ضعف ان حضرات میں پیدا ہو چکا ہے اس کی اصلاح کی فکر لاحق ہو۔ اور وہ اپنے نصب العین کے لیے زیادہ اخلاص اور للہیت سے جدوجہد کریں،

(۳) ایسے احوال ہمیشہ رجال کار پر آتے رہتے ہیں۔ طالبان حق کو ان کے نصب العین اور نیک مقاصد سے ہٹانے کے لیے ان پر اقتصادی دباؤ ڈالنے کی مثال خود سیرت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں ملتی ہے،

منافقین مدینہ کے کردار کے سلسلہ میں قرآن کریم نے نقل فرمایا "جب منافقین مدینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کی ترقی سے گھبرا گئے تو کہنے لگے،

"لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا" (ان کا خرچہ بند کرو) مگر طالبان دین اس کردار کا مقابلہ کرنے کے لیے حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے اس مسکت جواب کو یاد رکھیں جو اہل دین پر اقتصادی پابندیاں عائد کرنے والوں کو قرآن مجید و فرقان حمید نے اپنے بندوں کو مادی طور پر بے فکر کردیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے،

"وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَا یَفْقَهُوْنَ" (القرآن)

(ترجمہ) آسمانی اور ارضی خزانوں کے (یہ لوگ تو مالک نہیں) بلکہ وہ تو اللہ کے لئے ہیں۔ مگر یہ فہم و فراست سے عاری ہیں،

(۴) ان حالات کے پیش نظر اہل مدارس کا فرض ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو کما حقہ انجام دیتے ہوئے بکمال رغبت و رہبت اللہ کی طرف رجوع کریں۔ اور (فی السماء رزقکم وما توعدون) کے وعدہ پر مضبوطی سے عمل پیرا رہیں۔ اہل زمین کی عداوت سے نہ گھبرائیں کیوں کہ ان کا رزق آسمانوں میں ہے، پھر اہل زمین سے

خوف کیوں؟

لہٰذا ضروری ہے کہ رجوع الی اللہ، انابت الی اللہ اور اپنے اسلاف کی طرح توکل علی اللہ کو اپنا شیوہ بنائیں۔

(د) حضرات مہتممین و ناظمین سے گزارش ہے کہ وہ اس امانت کو جو اللہ تعالیٰ اور اہل اسلام کی طرف سے ان کے سپرد کی گئی ہے۔ اور یہ امانت فرزندان ملت اسلامیہ یعنی طلبہ کی صورت میں ان کے پاس ہو، یا ان پر صرف کئے جانے والے اموال و اسباب ہر دو رمیں تقویٰ اللہ کو اپنا شعار بنائیں، اور اس سلسلہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس رحمہ اللہ کی روایت سے شیخین حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ و مولانا اشرف علی تھانوی رح کے پرحکمت کلمات کو قائد راہ بنائیں۔

مہتمم حضرات کی راہنمائی کے لیے مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں۔

"مہتمم وہ ہے جو عند اللہ ملعون نہ ہو اور عند الخلق مطعون نہ ہو"

اور مولانا اشرف علی تھانویؒ کا فرمان ہے۔

"مہتمم ولی مال یتیم ہے"

حق تعالیٰ شانہ مدارس دینیہ کی حفاظت فرمائے اور ان کے منتظمین معاونین اور محبین کو توفیق مزید بخشیں۔ آمین

مولانا حافظ محمد اقبال رنگونی مانچسٹر

اسلامی بنیاد پرستی! مغربی دنیا کے لیے ایک خطرہ

ژرانوسکی ابنیا ابھرنے والا روسی لیڈر یہودیوں کا ایک مہرہ!
سنٹرل ایشیا کی اسلامی ریاستوں کے لیے ایک نیا چیلنج

ہفت روزہ ٹائم انٹرنیشنل نے اپریل کی اشاعت میں روس میں نئے ابھرنے والے متعصب لیڈر اور مسلمانوں کے بارے تشدد پسندانہ ذہنیت رکھنے والے ژرانوسکی VLADIMIR-ZHIRINOVSKY کے بارے میں ایک تفصیلی مضمون شائع کیا ہے جس میں اس کے بچپن کی کہانی۔ حالات جوانی۔ تعلیمی کارکردگی کے ساتھ ساتھ روس کی سیاست میں اس کی بھرپور گرفت۔ ملک کے داخلی اور خارجی معاملات میں اس کی گہری نظر اور اس کے عزائم ومقاصد کو خود اس کی زبانی واضح کیا ہے۔ اس مضمون کا گہرائی سے مطالعہ اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ مذکورہ لیڈر کو نہایت منظم منصوبے کے ساتھ عالمی سطح پر معروف کرانے اور اس کے عزائم کو بار بار اجاگر کرکے قرب وجوار کی اسلامی ریاستوں کو خوفزدہ کرنا اور پھر انہیں امریکہ اور مغرب کے زیر اثر لانے پر مجبور کرنا ہے۔

کون نہیں جانتا کہ سابق سوویت یونین کی شکست وریخت اور مختلف اسلامی وغیر اسلامی ریاستوں میں تبدیل ہو جانے کے بعد اب اعدائے اسلام بالخصوص امریکہ اور مغرب کی نظریں اسلام اور اہل اسلام پر لگی ہوئی ہیں۔ بات کوئی ہو۔ واقعہ جس انداز میں پیش آئے۔ اس کی تان اسلام اور اہل اسلام پر ہی آکر ٹوٹتی ہے۔ امریکی اور مغربی ذرائع ابلاغ مسلمانوں کو مجرم اور دہشت گرد بنانے اور باور کرانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑتے۔ کشمیر، بوسنیا۔ الجزائر، فلسطین کے بارے میں جب بھی کوئی پروگرام نشر ہوگا یا مضمون شائع ہوگا۔ بنیاد پرست اور مذہبی جنونی کے الفاظ استعمال کیے بغیر ان کا کھانا ہضم نہ ہوگا۔

امریکہ اور مغرب نے سرد جنگ کے دوران سوویت یونین اور اس کے حواریوں کی وہ درگت بنائی کہ ایک سپر پاور ان کے آگے گھٹنے ٹیکنے اور ہاتھ پھیلانے پہ مجبور ہو گیا۔ خود مغرب کو اس بات پر بڑی مسرت ہے کہ اس نے ایک عظیم طاقت اور خطرناک قوت کو ایک گولی چلائے بغیر کچھ اس طرح قابو کیا ہے کہ اب وہ ان کی مرضی کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔ روسی صدر بورس یالسن امریکہ اور مغرب کے اشارہ ابرو پہ کچھ اس طرح ناچ رہا ہے کہ دنیا حیران ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہیں اس بات کی فکر بھی مسلسل کھائے جا رہی ہے اور ان کی راتوں کی نیند حرام کر رہی ہے کہ اب انہی علاقوں میں احیائے اسلام کی لہر بھی بڑی تیزی سے ابھر رہی ہے۔ اسلامی عقائد معلوم کرنے کے ساتھ ساتھ اسلامی اعمال اپنانے کا ذوق وشوق بھی بڑھ رہا ہے۔ مسجدوں میں نمازیوں کی

تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اذان کی آوازوں سے روس کی فضا گونج اٹھی ہے۔ قرآن کریم کے روسی تراجم اور دیگر اسلامی کتب کے مطالعہ کا شوق بڑھتا جا رہا ہے۔ پاکستان اور دیگر ممالک سے مبلغین کی جماعتوں کی قطار لگی ہوتی ہے۔

گویا اب اسلام ان گھرانوں میں دستک دے رہا ہے جہاں سے اسلام کے خلاف سازشیں ہوا کرتی تھیں۔ خود امریکہ میں تقریباً ۴۰ لاکھ کے قریب مسلمان ہیں اور بڑی تیزی سے غیر مسلم اسلام قبول کر رہے ہیں۔ برطانیہ میں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ مرکز عیسائیت اٹلی میں مسلمانوں کی تعداد بیس ہزار سے زائد ہو چکی ہے۔ فرانس میں مقیم مسلمانوں کے اسلامی عقائد اور اسلامی روایات کو اپنانے پر فرانسیسی حکومت پریشان ہے۔ اور اس کوشش میں ہے کہ جس طرح بھی بن پڑے اسلامی روایات کو نشانہ طعن بنا کر اسے ختم کر دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں امریکہ اور مغرب کا خوف زدہ ہونا لازمی ہے۔ یہی وہ خوف ہے جس کی بنا پر یا علاتے اسلام دنیا کو یہ باور کرانے پر تلے ہوتے ہیں کہ اسلام اور اہل اسلام غیر مسلم ممالک اور غیر مسلم افراد کے لیے خطرے کا الارم ہیں۔ انہیں متشدد جارح۔ جنونی بالخصوص بنیاد پرست کے عنوان سے بدنام کرنے کی ہر سطح پر کوششیں ہو رہی ہیں۔ اور جب سے سوویت یونین شکست و ریخت سے دوچار ہوا ہے اسی دن سے ''اسلام کو عالم انسانیت کے لیے خطرہ'' کے نام سے پیش کیا جا رہا ہے۔ امریکہ کے سابق صدر رچرڈ نکسن نے اپنے سورماؤں کو یہ نصیحت کی کہ۔

> ''میں امریکہ، روس، یورپ، جاپان، چین اور بھارت کو ان کے اپنے مفاد میں اس امر پر بحسو ہونے کی ضرورت پر زور دیتا ہوں کہ وہ متحدہ مسلم بنیاد پرستی کی ابھرتی ہوئی قوت کے خلاف اپنی طاقتوں کو یکجا اور مربوط کریں۔ مسلم ملکوں کے فوجی حکمت عملی کے اعتبار سے جائے وقوعہ، معدنی۔ آبی۔ زرعی اور صنعتی وسائل کی فراوانی۔ ان کی صارفین کی وسیع اور ہمہ گیر منڈیاں اور ان کی حالیہ فنی و ٹیکنالوجی کی کامیابیاں سب کی سب ایک دن مشترکہ قوت میں سمو سکتی ہیں جو باقی دنیا کے لیے ایک سنگین خطرہ بن سکتی ہیں۔ (ہفت روزہ تکبیر ۱۰ ا نومبر ۱۹۹۲ء)

یورپ کے زعماء اور دانشور بھی اس کی بھرپور تائید کرتے ہیں۔ اور دبے الفاظ میں اس کی ضرورت پر زور دے رہے ہیں۔ لیکن امریکہ اور برطانیہ علی الاعلان مسلم بنیاد پرستی کا ہوا کھڑا کر کے اس کے خلاف مزاحمت کا اعلان کرتے ہیں۔ برطانوی وزیر خارجہ ڈگلس ہرڈ اور وزیر دفاع مالکم رفکین بلکہ برطانوی وزیر اعظم جان میجر کے ریمارکس اخبارات اور T-V میں پڑھے اور سنے جاتے ہیں۔ برطانوی اخبارات میں مضامین کی بھی کمی نہیں اور قارئین کے خطوط سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اب ان لوگوں کا سب سے اہم مقصد ''مسلم بنیاد پرستی''

اور "متحدہ مسلم محاذ" کی ابھرتی ہوئی قوت کو روکنا اور اس کے خلاف ہر ناجائز حربے استعمال کرنا ہے۔ امریکہ کے سابق سیکرٹری آف اسٹیٹ ڈک چینی کا یہ بیان قابل توجہ ہے کہ۔

روس کے زوال کے بعد اسلام مغرب کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ (جنگ لندن)

قابل غور بات یہ ہے کہ مسٹر ڈک چینی یا امریکی و برطانوی زعماء کو کس بات کا خطرہ ہے؟ کیا اس بات کا کہ اسلامی ممالک ان کے خلاف بموں اور میزائلوں کو استعمال کریں گے؟ ان کے محلات اور کارخانے تباہ کریں گے؟ یا ان کے ایک ایک فرد کو جبراً مسلمان بنالیں گے؟ یا ان کی حکومت پر قابض ہو جائیں گے؟ نہیں۔ مسلمان ممالک کے پاس نہ وہ ہتھیار ہیں جن کے سہارے امریکہ کو قابو کیا جاسکتا ہے نہ مغرب کو۔ نہ وہ لڑاکا طیارے اور جنگی بیڑے ہیں جنہیں حرکت میں لاکر برطانیہ اور فرانس کو اپنے حملہ کا نشانہ بناتے رہیں گے؟۔

انہیں خطرہ اور خوف ہے تو صرف اس بات کا کہ اگر مسلمانوں نے اسلامی عقائد و اعمال کا نقشہ قرآن وحدیث، خلفائے راشدین اور اکابرین سلف کی روشنی میں ترتیب دیا تو ان کی شرارت اور گندی سیاست کی بساط ہی الٹ جائے گی۔ ان کے ایوانوں میں صف ماتم بچھ جائے گی۔ انہیں دنیا میں پھر منہ دکھانا ایک مشکل ترین مسئلہ بن جائے گا۔ غیر مسلم افراد میں اسلامی عقائد و اعمال کو سمجھنے کا شوق بڑھے گا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ امریکہ سے افریقہ تک۔ اور یورپ سے ایشیا تک مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کی وہ فضا پیدا ہو جائے گی کہ پھر کوئی شریر اور خبیث، شرارت و خباثت کا مظاہرہ نہ کرسکے گا۔ اور نہ کوئی ہتھیاروں اور طاقت کے بل بوتے پر کسی مسلم ممالک کو آنکھ دکھاسکے گا۔ امریکہ اور مغرب کا یہی وہ خوف و خطرہ ہے جسے نیو ورلڈ آرڈر کے ذریعہ کم یا دور کرنے کی کوشش ہو رہی ہے لیکن!

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن ؎
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

امریکہ اور مغرب کے زعماء اس حقیقت سے بھی بخوبی واقف ہیں کہ مادیات کا مقابلہ مادیات سے ممکن ہے۔ لیکن روحانیات کے سامنے مادیات کی حیثیت پرکاہ کی بھی نہیں۔ تاریخ انہیں دکھا چکی اور دکھارہی ہے کہ کفر و شرک کی طاقتیں بھرپور مادیات کے سہارے میدان عمل میں اتریں، لیکن ہمیشہ انہیں ذلت و رسوائی سے دوچار ہونا پڑا۔ جاء الحق وزھق الباطل کا نقشہ اور کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ (بارہا چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر اللہ کے حکم سے غالب آگئی ہیں) کا مشاہدہ وہ کئی مرتبہ کرچکے ہیں۔ ان کو پتہ ہے کہ ایمان و ایقان سے لبریز اقلیتیں بڑی بڑی قوموں اور بڑی بڑی

طاقتوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر چکیں ہیں۔

اسی لیے وہ نہیں چاہتے کہ اسلامی ممالک اور غیر اسلامی ممالک میں مسلمان۔ قرآن و سنت اور اکا
سلف کی ہدایات کے مطابق نظام سلطنت چلائیں۔ اعمال زندگی ترتیب دیں۔ اور اسلامی عقائد و روایات
کو پورا پورا تحفظ حاصل ہو۔ بلکہ ان کی خواہش ہے کہ مسلمانوں کو روحانیات کے بجائے مادیات میں اتنا الجھا
کر رکھ دیا جائے کہ خود مسلمان حکمرانوں کو اسلامی قوانین کے نفاذ میں شرم آنے لگے اور انہیں اسلامی سزاؤ
کو وحشیانہ اور ظالمانہ کہنے میں کوئی جھجک اور شرم نہ ہو۔ شرم و حیاء کا لباس اتار دیا جائے۔ اخلاق حمیدا
اور اعمال صالحہ سے عاری کر دیا جائے۔ اور اسلامی عقائد و اعمال کے محافظوں (علماء حق اور اکابرین امت
کے بارے میں اتنا زہریلا پروپیگنڈہ کیا جائے کہ ان کے ہاتھوں میں اسلامی ممالک کی باگ دوڑ آنے پا
اس طرح ساری قوم روحانیت سے محروم ہو جائے۔ اور کسی کو سر اٹھانے کی جرأت نہ ہو سکے۔

اعدائے اسلام اس بات کو مانتے ہیں کہ اسلام اور اہل اسلام کا مقابلہ مذہب اور روحانیات
سے ہرگز ممکن نہیں کیونکہ عیسائیت کی جڑیں کھوکھلی ہیں۔ شرم و حیاء عفت و عصمت اخلاق و کردار جیسی
پاکیزگی سے بے محروم ہے ـــــ ان کی مذہبی کتابیں تغیر و تبدل تحریف و ترمیم کا شکار۔ ان کے مذہبی لیڈر بداخلاقی
اور گندگیوں میں ملوث۔ اب دعوت دین تو کس چیز کی؟ وہ احکام و قوانین جو پرانے یا نئے عہد نامے میں
موجود ہیں ان کو قانونی شکل دینا ان کے نزدیک دور حاضر کی سب سے بڑی بد تہذیبی کے زمرے میں آتا۔
نوجوانوں کو مذہب کی طرف بلائیں تو اولاً آنے کے لیے تیار نہیں اور اگر کوئی آتا ہے تو یہ کہہ کر واپس
جاتا ہے کہ موجودہ عیسائیت کے عقیدہ و عمل میں اتنی پیچیدگیاں ہیں کہ سوائے پریشان حالی کے ا
کچھ ہاتھ آتا نہیں ہے۔

ان حالات میں امریکہ ہو یا مغرب چین ہو یا بھارت سب کا مشترکہ مقصد یہ ہے کہ اسلام اور اہل
اسلام پر کڑی نظر رکھی جائے۔ انہیں کسی ملک اور کسی جگہ ابھرنے کا موقع نہ ملے۔ افغانستان میں اگر اسل
مملکت بننے کا خواب پورا ہو رہا ہو تو اسے آپس کی خانہ جنگی کی نذر کر دیا جائے۔ فلسطین کے مسلمانوں
عداوت و نفرت کی وہ آگ لگا دی جائے کہ جمعہ کی نماز پڑھنے کے بعد ایک دوسرے پر گولیاں چلا
الجزائر میں مسلمانوں کی کامیابی پر انہیں جیل کی سلاخوں میں جکڑ دیا جاتے اور جمہوریت کا گلا گھونٹ
دیا جائے۔ [illegible] میں مسلمانوں کے خلاف مہم تیز سے تیز تر کر دی جاتے۔ بے حیائی اور جنسی آوارگی کا اعا
ایک مسلم ممالک کی سرزمین سے کرایا جاتے۔ کشمیری مسلمانوں کو ہندوستانی قصابوں کے حوالہ کر دیا جائے
اور بوسنیا کے مظلوم عوام سرب درندوں اور یورپی ظالموں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنتے رہیں۔ امریکہ او

یورپ میں مسلمانوں کو انتہا پسند ہونے کے طعنے کسے جائیں اور ان کے خلاف پوری قوم کو متحد کرنے کی فکر
جاتے۔ رہ گئی بات روس اور اس کے قرب وجوار میں ابھرنے والی نئی اسلامی ریاستوں اور مملکتوں کی
یہاں ایک ایسے شخص کو مسلط کر دیا جائے جس کا کام مسلمانوں کو خوفزدہ کرنا۔ اور جس کا نام دہشت
علامت ہو جاتے۔

قبل اس کے کہ ہم روسی لیڈر ژرنوسکی کے خیالات اور اس کے عزائم اجاگر کریں۔ روسی ناول
رپٹینوف کا یہ بیان دیکھیں۔

"سوویت یونین کے جنوب مشرقی حصہ میں ۶ کروڑ مسلمان جن کی کئی نسلیں غیر انسانی حالات
میں رہتی رہی ہیں اب جاگ چکے ہیں اور سوویت یونین کی غلامی کے جوئے سے خلاصی کے
لیے کوشاں ہیں، اسلامی نشاۃ ثانیہ کی چنگاری اب شعلۂ جوالہ بن چکی ہے ان مسلم جمہوریاؤں
آذربائیجان، قازقستان، کرغیزیہ، ازبکستان، ترکمانستان کی مسلم آبادی، سوویت یونین
کی مجموعی آبادی کے ۲۰ فیصد پر مشتمل ہے اور یہ اب روس کی غلامی سے نجات کے لیے کوشاں
اور برسر جنگ ہیں، چار سو سے زائد مسلمان اب تک جانوں کے نذرانے دے چکے ہیں۔
ان جمہوریاؤں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بالٹک جمہوریائیں بھی اب اپنے حقوق پر زور
دینے لگی ہیں۔ اس ساری صورت حال کے نتیجہ میں بالآخر عظیم تر سوویت یونین کے
ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے .... اس وقت ہم سوویت
یونین کے جنوب مشرق میں واقع ان جمہوریاؤں میں ایک مذہبی انتہا پسند اسلامی بنیاد
پرستی کی تحریک کا مشاہدہ کر رہے ہیں جس کا منتہائے مقصد حق خود ارادیت اور مکمل آزادی
ہے اور وہ وقت دور نہیں جب یہ سب آزاد ہوں گی اور متصل مسلم ملکوں سے کنفیڈریشن تشکیل
دیں گی تاکہ مسلم ریاستوں کا ایک عظیم ترین اتحاد قائم کیا جا سکے۔ اس ساری کیفیت کا نتیجہ یہی ہو گا
کہ یو ایس ایس آر ٹوٹ پھوٹ جائے اور مسلم بنیاد پرستی بتدریج پورے خطہ پر محیط ہو جائے
پوری مغربی دنیا کے لیے یہ صورت حال ایک عظیم خطرہ ہے۔ (سنڈے ٹائمز۔ ۱۱ر جون سنہ ۱۹۹۰ء)

سنہ میں سوویت یونین ٹکڑے ٹکڑے ہوا۔ جس کے نتیجہ میں مختلف مقامات پر اسلامی مملکتیں
میں آئیں۔ اب مسجدوں میں باآواز بلند قرآن کی تلاوت ہونے لگی۔ اسلام اور اہل اسلام سے ہمدردی کا
بیدار ہوا۔ اسلامی اعمال و روایات کا چرچا ہونے لگا۔ قرب وجوار کے مسلم ممالک اور ان کے باشندوں
نئی وجود میں آنے والی اسلامی مملکتوں کے ساتھ سیاسی اقتصادی اور دیگر امور پر مضبوط رشتے قائم کرنے

کے وعدے کیے ۔ امریکی اور مغربی زعماء کو خطرہ محسوس ہوا کہ اگر پاکستان ۔ افغانستان ۔ ایران وغیرہ نے ان نئی آزاد ہونے والی مملکتوں سے عہد وفا باندھ لیے تو ان کے سارے منصوبوں پر پانی پھر جائے گا ۔ نیو ورلڈ آرڈر کا منصوبہ دھرا رہ جائے گا ۔ اور وہ خواب جو گزشتہ کئی سالوں سے دیکھا جا رہا تھا کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا ۔ (جہاں تک روس کے موجودہ صدر کا تعلق ہے اس کا کچھ سالوں کے لیئے صدر رہنا گو وقتی طور پر سود مند ہو لیکن مستقبل کے لیے اس سے یہ امید باندھنی کہ قرب و جوار کی اسلامی مملکتوں سے وہ نپٹ سکے گا ۔ درست نہیں ہے) ان حالات میں امریکی و مغربی زعماء نے ایک ایسے شخص کا انتخاب کیا جو بظاہر امریکہ اور اسرائیل کے سخت خلاف ہو ۔ مغربی دنیا کو دھمکی دینا اس کا معمول ہو ۔ روس پر امریکی اثر و رسوخ اس کے لیے ناقابل برداشت ہو ۔ لیکن حقیقتاً وہ امریکہ اور اسرائیل ہی کا پروردہ ہو ۔ جسے اسلام اور اہل اسلام سے حد درجہ نفرت ہو ۔ اور قرب و جوار کے مسلمان ممالک کو دھمکیاں دینا اور بوقت ضرورت عملی قدم اٹھانے میں اسے کوئی جھجک نہ ہو ۔ یہ شخص جسے امریکہ اور مغرب نے منتخب کیا اور بڑی محنت سے اسے تیار کیا روس کا نیا ابھرنے والا لیڈر ژرنوسکی ہے ۔ جو بظاہر امریکہ اور اسرائیل کو چیلنج کرتا ہے ۔ برطانیہ اور فرانس کو آنکھیں دکھاتا ہے ۔ لیکن بباطن نیو ورلڈ آرڈر کا ایک ایسا مہرہ ہے جس کے ذریعہ سنٹرل ایشیا کی اسلامی مملکتوں کو خوفزدہ رکھنا اور پھر ان سب کو امریکہ کی آشیرباد لینے پر مجبور کر دینا ہے ۔

ہفت روزہ ٹائم انٹرنیشنل کے تازہ شمارہ (۲۱/ نومبر ۱۹۹۴ء) میں ژرنوسکی سے کیا جانے والا ایک انٹرویو شائع ہوا ہے ۔ انٹرویو کرنے والے ٹائم انٹرنیشنل کے مدیر اعلیٰ ہیں ۔ ژرنوسکی سے دوران انٹرویو یہ دریافت کیا گیا کہ جناب والا اکثر امریکہ اور صہیونیت کے بارے میں گفتگو کرتے نظر آتے ہیں اور انہیں ہدف تنقید بناتے رہتے ہیں کیا آپ کے نزدیک امریکہ اور صہیونیت دونوں ایک ہی چیز کے نام ہیں؟ جواباً ژرنوسکی نے کہا کہ ۔

"بظاہر یہ گو دونوں علیحدہ علیحدہ نظر آتے ہیں لیکن حقیقت میں دونوں ایک ہیں ۔ امریکہ میں مقیم یہودیوں کو امریکہ کی پوری آشیرباد حاصل ہے اسی طرح اسرائیل کو امریکہ کی ہمدردی اور مضبوط حمایت مل رہی ہے ۔ امریکی اور یورپی ذرائع ابلاغ حتیٰ کہ روس کے ذرائع ابلاغ پر بھی یہودیوں کا کنٹرول ہے ۔" "ژرنوسکی سے یہ بھی پوچھا گیا کہ آپ کا کہنا ہے کہ یہودی روس کے لیے بے شمار مسائل پیدا کر رہے ہیں اس سے آپ کی مراد کیا ہے؟ جواباً ژرنوسکی نے کہا ہو سکتا ہے کہ اس میں حقیقت نہ ہو تاہم میں صرف وہ بات دہرا رہا ہوں جو عام طور پر مشہور ہو تاہم یہ بات اپنی جگہ حقیقت رکھتی ہے کہ جن لوگوں نے PERESTROiKA اور BoLSHEViK

انقلاب ممکن کیا ان میں کثیر تعداد ان لوگوں کی تھی جو یہودی تھے ۔ اسی طرح پہلی سوویت گورنمنٹ بھی تقریباً نوے فیصدی یہودیوں کی تھی ۔ اسی طرح جس نے گلاگ (GULAG) جیل کیمپ چلایا وہ بھی تقریباً یہودی تھے " ان سے پوچھا گیا کہ کیا ۹۶ء سے قبل موجودہ صدارت کے خلاف بغاوت کا امکان ہے ؟ جواباً ژرنوسکی نے کہا کہ اس وقت جن کے پاس اقتدار ہے وہ انتخاب سے ڈرتے ہیں انہیں خطرہ ہے کہ اگر انتخابات ہوئے تو وہ شکست فاش سے دو چار ہوں گے اس لیے ان کی کوشش ہے کہ انتخابات نہ ہو پائیں ۔ وہ کوشش کر رہے ہیں کہ کسی طرح اسٹیٹ آف ایمرجنسی نافذ کر کے دس سال تک انتخاب کو ٹال دیں اس لیے اس بات کا قوی امکان ہے کہ آئندہ چھ سات ماہ تک فوجی بغاوت ہو ۔ اس میں یہودیوں کے ہاتھ کو رد نہیں کیا جا سکتا ۔ (آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ) فوجی گروہ کی سربراہی کا ایک امیدوار جنرل (BORIS GROMOV) جس نے افغانستان میں ایک اچھا خاصا کردار ادا کیا اور افغان لڑائی کا ہیرو سمجھا گیا ۔ کی دوسری بیوی یہودی خاندان سے تعلق رکھتی ہے ۔ پہلی روسی بیوی کے مرنے کے بعد یہودی عورت کو جنرل کے قریب کرنے میں یہودی حلقوں کا بہت بڑا اثر ہے ۔"

الغرض انٹرویو کے اس حصے سے یہ تاثر دینے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ ژرنوسکی امریکہ اور مغرب بالخصوص اسرائیل کا سخت مخالف ہے وہ نہیں چاہتا کہ روس امریکہ اور اسرائیل کی گرفت میں ہو۔ یہودیوں کے کردار سے اسے نفرت ہے ۔ اور روس کی سلامتی کا تقاضا یہ ہے کہ بورس یلسن سے جان چھوٹ جائے بلکہ وہ روس کی خود مختاری کو داؤ پر لگا چکا ہے ۔ اور امریکہ اور اسرائیل کے اشارۂ ابرو پر ناچ رہا ہے ۔ مغربی اخبارات نے بھی ژرنوسکی کے ان خیالات کو بڑی فراخ دلی سے شائع کیا ہے ۔ اور یہ ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی کہ اگر ژرنوسکی برسر اقتدار آگیا تو مغرب کو بڑی پریشانی کا سامنا کرنا ہوگا ۔

ژرنوسکی کے یہ بیانات اور روس کی سڑکوں اور پارلیمنٹ میں اس کے اعلانات کی بنا پر روسی عوام اسے ملک کے لیے نیک فال سمجھتے ہیں ۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو روس کی خود مختاری پر حرف نہ آنے دے ۔ امریکہ سے دوستانہ تعلقات اپنی جگہ ۔ لیکن امریکی اثر و رسوخ ہمارے لیے ناقابل برداشت ہے ۔ ان کا خیال ہے کہ موج بلا میں گرفتار روسی کشتی کو ساحل مراد پر اگر کوئی پہنچا سکتا ہے تو وہ ژرنوسکی ہے ۔ لیکن سوال یہ ہے کہ خود ژرنوسکی کا تعلق کس سے ہے ؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ امریکہ اسرائیل اور مغرب کو آنکھ دکھانے والا خود ہی یہودی الاصل ہو ۔ ژرنوسکی نے ہمیشہ اس بات کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی ہے کہ وہ یہودی باپ کا یہودی بیٹا ہے ۔ لیکن یہ حقیقت ہے ۔ ۱۹۴۶ء میں قازقستان میں یہودی

گھرانے میں پیدا ہوا۔ اسکے قریب روسی فوج سے وابستہ ہوا۔ اس کا تعین اس فوجی یونٹ سے ہوا جو قفقاز کے اس پار متعین تھے۔ اس نے ترکی اور انگلش کی تعلیم کے لیے ترکی کی یونیورسٹی میں بھی داخلہ لیا۔ ترکی حکومت نے اس کی سیاسی سرگرمیوں کے باعث گرفتار کیا اور واضح کیا کہ یہ K G B کا ایجنٹ تھا۔ پھر روس کی سیاست میں کچھ اس طرح وہ داخل ہوا کہ دنیا حیران تھی گزشتہ سال روس کے انتخاب میں اس کی جماعت نے ۶۴ سیٹیں حاصل کرلیں اور اس کی جماعت نے اسے کل اختیارات کا مالک بنا دیا۔ بلکہ اسے برل ڈیموکریٹک پارٹی کا عمر کے لیے چیئرمین نامزد کردیا۔ اور متفقہ طور پر آئندہ روسی صدارتی انتخاب میں موجودہ صدر کے بالمقابل لانے کا فیصلہ کیا گیا۔

ہفت روزہ ٹائم انٹرنیشنل نے لکھا ہے کہ اس بات کے شواہد موجود ہیں کہ ژرنوسکی کا باپ یہودی ہو اور ژرنوسکی اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ سی این این اور امریکی پریس کی رپورٹ بتلاتی ہے کہ ژرنوسکی کے باپ کا نام VOLFISSAAKOVICH ہے اور یہ نام اکثر یہودی کے ہوا کرتے ہیں۔ جب کہ ژرنوسکی ابھی تک اپنے یہودی ہونے کا انکار کر رہا ہے۔

ژرنوسکی نے علی الاعلان یہ بات کہی ہے کہ میں جب بھی برسراقتدار آیا ڈکٹیٹر شپ سے کام لوں گا۔ پچھلے رہنماؤں نے افغانستان سے ہاتھ اٹھا کر غلطی کی ہے۔ ہمیں عالمی مخالفت اور دباؤ کے بجائے اپنی منصوبہ بندی کے مطابق عمل کرنا چاہیے تھا۔ اس نے یہ بھی کہا ہے کہ دنیا کو اسلام کے پھیلاؤ سے بچانے کے لیے حتمی طور پر اگر کوئی کام کرسکتا ہے تو وہ روس ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ نئے روسی امپیریلزم کے لیے جو نقشہ بنے اس میں افغانستان، ایران اور ترکی کو شامل کر دیا جائے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ روسی عوام کی زندگی اور امن و سلامتی کے لیے لاکھوں مسلمانوں کو قتل کرسکتا ہوں۔

ALL WE WANT IS TREE COUNTRIES, AFGHANISTAN-
IRAN AND TURKY —— RUSSIA CAN..... SAVE THE
WORLD FROM THE SPREAD OF ISLAM.......
I MAY HAVE TO SHOOT 1000,000 PEOPLE BUT THE
OTHER 300 MILLION WILL LIVE PEACE FULLY.
(TIME - 11 JULY 94)

ژرنوسکی بوسنیا کے مسلمانوں پر کیے جانے والے ظلم و ستم کو ظلم نہیں مانتا بلکہ کہتا ہے کہ یہ ان کا حق ہے [illegible] سربوں سے ملاقات کرچکا ہے۔ اور یوگوسلاویہ میں سربوں کے لیڈروں اور تاجروں

سے کئی اجلاس کر چکا ہے۔ وہ یہ بھی کہہ چکا ہے کہ سرب پر بمباری کرنے والے اپنے انجام سے نہیں بچ سکیں گے۔ مغربی ممالک اور نیٹو کے فوجی رہنماؤں نے اس کے بیانات کو کافی اہمیت دے رکھی ہے۔ شاید اسی لیے وہ سرب درندوں کے خلاف کاروائی سے گریز کر رہے ہیں۔ ژرنوسکی خود بھی کہتا ہے کہ "I SAVED THE SERB FROM BOMBING."
(ٹائم انٹرنیشنل ۱۱ر جولائی ۱۹۹۴ء)

ژرنوسکی کے ان خیالات اور عزائم کی بنا پر مغربی اور امریکی اخبارات میں اس پر مضامین اور تبصرے شائع ہو رہے ہیں۔ کچھ لوگ اسے پاگل قرار دیتے ہیں۔ کچھ اسے جدید ہٹلر کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ کچھ اس کی باتوں کو نظر انداز کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ کچھ روس کے موجودہ صدر کے ہاتھ قوی کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ تاہم اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ نہ یہ پاگل ہے اور نہ ہی امریکہ اور مغرب کے لیے کوئی خطرناک۔ اسے تو باقاعدہ منظم منصوبے کے تحت روسی سیاست میں داخل کیا گیا ہے۔ تاکہ آئندہ کسی مرحلے پر اسے روس کا صدر بنا دیا جائے اور اس کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ سوویت یونین سے آزاد ہونے والی اسلامی مملکتوں پر ہمیشہ کے لیے خوف کی تلوار لٹکا دی جائے۔ بلکہ افغانستان، پاکستان، ایران، ترکی کا رشتہ وسط ایشیا سے بالکل کاٹ دیا جائے تاکہ ایک مضبوط مسلم بلاک کی تشکیل کے امکانات ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائیں۔

عالم اسلام بالخصوص سنٹرل ایشیا کی تمام اسلامی مملکتوں کو بیدار ہونے کی سخت ضرورت ہے [illegible] اسے چونکہ اسلام [illegible] کے لیے مستقل آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے، جب کہ عالم اسلام ابھی تک خواب غفلت میں ہے۔ عالم اسلام کے حکمرانوں اور مفکرین سے ہماری استدعا ہے کہ آگے بڑھیں۔ ایک دوسرے کا ہاتھ تھامیں۔ آپس کے اختلافات ختم کرنے میں بھرپور جد و جہد کریں۔ ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوں۔ سنٹرل ایشیا اور خلیج کی اسلامی مملکتوں کے ہاتھ مضبوط کریں۔ ان کا ایک مضبوط اور متحدہ بلاک تشکیل دیں۔ قرآن و سنت خلفاء راشدین اور اکابرین سلف کی ہدایات کی روشنی میں نظام سلطنت ترتیب دیں۔ پھر انشاء اللہ دنیا کی کوئی طاقت اور قوت ان کا بال بیکا نہیں کر سکے گی ولا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین قرآنی وعدہ ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین!

سلسلہ مطبوعات مؤتمر المصنفین (۲۱)

ملک کی تاریخ میں نفاذ شریعت کی جدوجہد کا روشن باب، ایوان بالا سینیٹ اور قومی سیاست میں نظام اسلام کی جنگ، آغاز، رفتار کار، صبر آزما مراحل کی لمحہ بہ لمحہ روئیداد اور مستقبل کے لائحہ عمل کے علاوہ خارجہ پالیسی، عورت کی حکمرانی، جہاد افغانستان اور اہم قومی و ملی اور بین الاقوامی مسائل پر فکر انگیز گفتگو اور سیر حاصل تبصرے۔

مؤتمر المصنفین
دار العلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک ○ نوشہرہ
سرحد (پاکستان)

مولانا عاشق الٰہی مدینہ منورہ

اسلام کی دعوت اور حق کی پکار
(۲)

یہودیوں کا دین خاندانی اور نسلی دین ہے۔ وہ دوسروں کو اپنے دین کی دعوت بھی نہیں دیتے اور وہ اس باطل عقیدہ میں مبتلا ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دین غیر منسوخ ہے اور ان کی شریعت ہمیشہ کیلئے ہے اور وہ اپنے بارے میں سمجھتے ہیں کہ جنت میں ہم ہی جائیں گے۔ انہوں نے اول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا انکار کیا پھر سیدنا خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کیا حالانکہ کسی ایک نبی کا انکار بھی کفر ہے، انہوں نے جانتے بوجھتے ہوئے اور توریت شریف میں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشخبری کا مطالعہ کرنے کے باوجود اور جو توریت شریف میں آپ کی علامات بتائی گئی تھیں ان کے ذریعے آپ کو پہچاننے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کیا اور آج تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے انکاری ہیں اور ان کا گمان یہ ہے کہ ہم ہی جنتی ہیں .... سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام پر ایمان لانا فرض قرار دیا اور یہود و نصاریٰ نے اپنے طور پر اپنے بارے میں خود سے اپنی نجات کا عقیدہ تجویز کر رکھا تھا اس کو چیلنج کیا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ○

ترجمہ: "اور انہوں نے کہا کہ یہود و نصاریٰ کے علاوہ ہرگز جنت میں کوئی داخل نہ ہوگا یہ ان کی آرزوئیں ہیں، آپ فرما دیجئے کہ لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو۔"

قرآن مجید میں صاف بتا دیا کہ محض آرزو کرتے سے اور اپنی نجات کا بلا دلیل عقیدہ رکھنے سے نجات نہ ہوگی۔ عقیدہ اور عمل کے ثبوت کے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سند صحیح کے ساتھ ثابت ہونا ضروری ہے جو کچھ اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بتائے یا اللہ کی کتاب بتائے اس کے ماننے میں نجات ہے اپنی طرف سے تجویز کرنے یا آرزوؤں کا سہارا لینے سے نجات ہونے والی نہیں۔

یہود و نصاریٰ اور تمام ادیان والے خود غور کریں کہ وہ جو عقیدہ رکھتے ہیں اور اپنے بارے میں جو آرزوئیں بنائے ہوئے ہیں ان کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے کسی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یا اللہ تعالیٰ کی کسی کتاب سے ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ ان آرزوؤں کا ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے، صرف اپنے پاس سے عقیدے

بنا کر آرزوئیں لیے بیٹھے ہیں۔ خود ہی غور کریں کہ ان آرزوؤں کا سہارا لینے سے جو بلا دلیل اور بلا سند ہیں کیسے نجات ہوگی ...؟

نصاریٰ نے یہ جو نکالا ہے کہ چرچ میں اتوار کے دن جانے سے ان کا پادری عام گناہوں کو عمومی اعلان کے ذریعے معاف کر دیتا ہے اور بعض گناہوں کو اس کے سامنے یا پس دیوار اقرار کرنے سے معاف کر دیتا ہے یہ عوام کے لیے بہت بڑا دھوکہ ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۝

ترجمہ: ''اور اللہ کے سوا گناہوں کو کون معاف کرے گا۔''

نافرمانی خالق جل مجدہ کی ہو اور اسے معاف کر دے مخلوق یہ انتہائی نامعقول بات ہے۔ نصاریٰ کے پادری اپنی نجات کے بارے میں غور کر لیں کہ جو عقائد اور جو باتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نہ صرف یہ کہ ثابت نہیں بلکہ ان کی تعلیم کے خلاف ہیں وہ نجات کا ذریعہ کیسے بنیں گی؟ اور جو لوگ ان کو مانتے ہیں چرچ میں آتے ہیں ان کی آخرت کی بھی فکر کریں۔ دنیا کے لیے اپنی ذات کو اور اپنی قوم کو دوزخ میں نہ جھونکیں۔ خود بھی خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین قبول کریں اور اپنے عوام کو بھی اس کی دعوت دیں۔ ہر شخص کی آرزو کے موافق اگر معاملہ ہو جایا کرتا تو اللہ تعالیٰ شانہ نبیوں کو کیوں مبعوث فرماتا اور کتابیں کیوں نازل کرتا۔ عقیدے اور عبادت کے طریقے اس نے خود بتائے جو اس کے نبیوں اور اس کی کتابوں کے ذریعہ انسانوں تک پہنچے۔

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ نے رسالت ختم فرما دی، سارے انسانوں کیلئے سارے زمانوں کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنا کر بھیجا۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی پیغمبر آنے والا نہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: ''اور ہم نے آپ کو سارے انسانوں کے لیے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا ہی بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

یہ دنیا آنی جانی ہے ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے ہر شخص کی موت پر اس کی زندگی ختم ہو جاتی ہے پھر قیامت کے دن سبھی مر جائیں گے۔ اور اس کے بعد زندہ ہو جائیں گے اور خدائے پاک کے حضور کھڑے ہوں گے، مومن اپنے ایمان کا بدلہ اور کافر اپنے کفر کی سزا پائیں گے۔ یہ دنیا دار الاسباب ہے۔ اس میں اونچ نیچ ہوتی رہتی ہے۔ کبھی مسلم غالب کبھی کافر غالب۔ مسلمانوں سے دشمنی کرنے اور اسلام کے خلاف سازشیں کرنے

اور مسلمانوں کے ملکوں کو توڑنے اور ان کی حکومتوں کو زیر و زبر کرنے سے آخرت کا مسئلہ حل ہونے والا نہیں ہے ہر شخص حق کو دیکھے اور حق کو قبول کرے اور پس و پیش کو نہ دیکھے اور یہ نہ دیکھے کہ اگر میں نے اسلام قبول کر لیا تو روزی اور روٹی کا کیا ہوگا؟ اور کرسی چھن جائے گی اور لوگ دشمن ہو جائیں گے، بلکہ موت کے بعد کی ہمیشہ والی زندگی میں عذاب سے محفوظ رہنے کی فکر کرے۔

اب بطور خلاصہ اسلام کی دعوت کو اور یہود و نصاریٰ کے دعووں کو ایک نظر میں پیش کیا جاتا ہے۔

اسلام کی دعوت

(۱) صرف اللہ تعالیٰ معبود ہے، وحدہ لاشریک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، کوئی اس کا معاون اور مددگار نہیں، اس کی کوئی اولاد نہیں اور اس کی کوئی بیوی نہیں۔

(۲) جو شخص اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک کرے یا اس کے لیے اولاد تجویز کرے یا یہ عقیدہ رکھے کہ اس نے اپنی کسی مخلوق میں حلول کیا وہ کافر اور مشرک ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں پر اور تمام کتابوں پر اور تمام فرشتوں پر ایمان لانا فرض ہے اور موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے اور حساب کتاب ہونے اور اہل ایمان کے جنت میں جانے اور کافروں کے دوزخ میں جانے کا عقیدہ رکھنا بھی فرض ہے۔

(۴) اللہ کے کسی نبی کا انکار یا کسی بھی نبی کی شان میں گستاخی یا اللہ کی کسی بھی کتاب کا انکار یا قیامت کے دن کا انکار یہ سب کفر ہے، جس کی سزا دوزخ کا دائمی عذاب ہے۔

(۵) سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں اور قرآن اللہ کی آخری کتاب ہے آپ کے بعد کوئی نیا نبی آنے والا نہیں اور قرآن کریم کے بعد کوئی کتاب نازل ہونے والی نہیں ہے۔

(۶) قرآن مجید حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کے لیے بہت بڑا معجزہ ہے۔ چودہ سو سال سے قرآن مجید کا چیلنج ہے کہ قرآن جیسی ایک سورت لا کر دکھاؤ آج تک کوئی نہ لا سکا اور نہ لا سکے گا۔ یہ ایک ایسا چیلنج ہے جس نے اسلام کے تمام دشمنوں اور منکروں، ملحدوں، زندیقوں اور یہود و نصاریٰ سب کو عاجز کر دیا اور صاف فرمایا۔

فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ○

ترجمہ: "اگر تم نہ کرو اور ہرگز نہ کر سکو گے (یعنی قرآن کے مقابلے میں کوئی سورت نہیں لا سکو گے) تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں یہ آگ کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔"

(۷) اسلام جامع کامل اور مکمل دین ہے جس میں عقائد، اعمال صالحہ، اخلاق حسنہ، معاملات، معاشرت، عدل و

والانصاف، سیاست، حکومت، حدود و قصاص اور تعزیرات سب کے قوانین موجود ہیں جبکہ دوسری کسی قوم کے پاس بحیثیت مذہب کے چند تصورات و توہمات اور خود تراشیدہ خیالات اور اپنے تجویز کردہ عقائد کے سوا کچھ بھی نہیں ہے اس لیے خود ہی قانون بناتے ہیں جب عوام اس کو قبول نہیں کرتے تو خود ہی بدل دیتے ہیں۔

نصاریٰ کی باتیں

(۱) اللہ کی کتاب انجیل شریف کو گم کر چکے ہیں، اصل کتاب ان کے پاس نہیں ہے صرف ترجمے ہیں اور موجودہ انجیلوں میں تعارض بھی ہے۔ اصل کتاب پاس نہ ہونے کی وجہ سے سب ترجمے ناقابل اعتبار ہیں۔ ترجموں کو اصل سے ملان کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

(۳) اللہ تعالیٰ اور مریم اور عیسیٰ؏ یہ تینوں معبود ہیں۔ (العیاذ باللہ)

(۴) اللہ تعالیٰ نے اپنے بیٹے عیسیٰ؏ کو قتل کروا کر ہمارے گناہوں کا کفارہ کر دیا۔ (العیاذ باللہ)

(۵) عقیدہ کفارہ کی وجہ سے وہ ہر گناہ کر لیتے ہیں اور کسی گناہ سے بچنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ دنیا میں سب سے بڑے اور سب سے زیادہ گنہگار نصاریٰ ہیں۔ یہ گنہگاری ان میں کفر و شرک کے عقیدے کے علاوہ ہے۔

قرآن مجید میں واضح طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کا صحیح مقام بتلا دیا ہے۔ اور نصاریٰ پر واضح کر دیا ہے کہ تمہارے عقائد شرکیہ ہیں، مریم بتول اس تہمت سے پاک ہیں جو ان پر لگائی گئی۔

(۶) اسلام کی حقانیت واضح ہوتے ہوئے اس کو قبول نہیں کرتے، ان کے پادری اسلامی مناظروں کے سامنے زک اٹھانے اور بار بار ہار جانے اور موجودہ بائبلوں میں تحریف ثابت ہو جانے کے باوجود اپنے خود تراشیدہ مشرکانہ عقائد کو چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں، خود بھی دوزخ میں جانے کو تیار ہیں اور اپنے ماننے والوں کو بھی اس میں دھکیل رہے ہیں۔

یہودیوں کی خام خیالی

(۱) یہودی صرف اپنے آپ کو جنت کا مستحق سمجھتے ہیں حالانکہ حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد علیہما السلام کے انکار اور تکذیب کی وجہ سے کافر ہیں۔

(۲) توریت شریف ضائع کر چکے ہیں اپنے طور پر نئی کتاب تلمود کے نام سے لکھ لی ہے اس پر چلتے ہیں، اپنی لکھی ہوئی چیز پر چل کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر عمل کرنے کے ہم معنی سمجھتے ہیں۔

(۳) اسلام کی سچائی کے واضح دلائل سامنے ہوتے ہوئے اسلام کو قبول نہیں کرتے۔

(۴) ان کے اکابر کا کہنا ہے کہ ہم چند دن دوزخ میں رہیں گے پھر نکل جائیں گے (دوزخ میں جانے

کے لیے تیار ہیں مگر حق قبول کرنے کے لیے تیار نہیں) دوزخ میں جانے کا اقرار تو کر لیا اور پھر اپنی طرف سے اس میں سے نکلنے کا دعویٰ بھی کر لیا جس کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں ہے یہ محض جھوٹی آرزو ہے

(۵) اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کی سازشیں اور چالبازیاں مسلسل جاری ہیں۔

حق کی پکار خاتم الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور اللہ کی آخری کتاب قرآن حکیم کے حامل ہونے کے اعتبار سے ہم تمام عالم کے انسانوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں رشرک اور کفر سے باز آئیں اور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آخری کتاب پر ایمان لائیں اسلام کی دعوت عام ہو چکی ہے دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچ چکی ہے۔ قرآن مجید کی اشاعت عام ہے۔ ریڈیو اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعے قرآن مجید سنا جاتا ہے اور بہت سی زبانوں میں اس کے ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ کسی کے لیے کوئی عذر باقی نہیں رہا جو یوں کہہ سکے کہ ہمیں اللہ کے بھیجے ہوئے دین کی دعوت نہیں ملی۔ یورپ اور امریکہ میں بہت سے غیر مسلم قرآن مجید کا مطالعہ کرتے ہیں ان کے دل اس کو حق مانتے ہیں اس کے بارے میں مضامین لکھ دیتے ہیں اور زبان سے بھی اقرار کر لیتے ہیں لیکن قرآن کی دعوت کو دل سے ماننے یعنی اسلام قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ اس طرح وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

دشمنان اسلام نے بہت ساری جماعتیں اپنے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے تیار کر رکھی ہیں مختلف طریقوں سے یہ لوگ مسلمان نوجوانوں کو اپنے دین میں لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مال کا لالچ بھی دیتے ہیں عورتیں بھی پیش کرتے ہیں، بڑی بڑی بھاری رقوم اس کام میں لگاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ مسلمان نوجوان ان کے قابو میں نہیں آتے۔ جب اسلام دل میں رچ جاتا ہے تو پھر کوئی طاقت اسے قلوب کی گہرائی سے نہیں نکال سکتی۔ جتنے اموال کفر اور شرک کو پھیلانے کے لیے خرچ کیے جاتے ہیں اور اسلام کے پھیلنے میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے اس کا نتیجہ صفر کے درجہ میں حاصل ہوتا ہے اور اسلام کے عہد اوّل سے ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ه

ترجمہ: "بلاشبہ جنہوں نے کفر اختیار کیا وہ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں تاکہ وہ اللہ کے راستے سے روک دیں سو یہ لوگ اپنے مالوں کو خرچ کرتے رہیں گے پھر یہ اموال ان کے حق میں باعث حسرت ہوں گے، پھر یہ لوگ مغلوب ہوں گے۔"

اسلام کے عہد اوّل سے جو دشمنان اسلام کی کوشش رہی ہے اور اب تک ہو رہی ہے ان کو دیکھا جائے

تو اسلام کی دعوت مکہ مکرمہ کے ایک گھر سے بھی آگے نہ بڑھتی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو آگے بڑھایا اور کروڑوں افراد اس وقت سے آج تک اسلام میں داخل ہو چکے ہیں اور برابر داخل ہو رہے ہیں دشمنوں کی کوششیں فیل ہیں اسلام برابر آگے بڑھ رہا ہے ۔ وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِہٖ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۔

دین اسلام بڑھ رہا ہے پھیل رہا ہے ۔ یورپ ، امریکہ ، کینیڈا ، افریقہ ، آسٹریلیا اور ایشیاء کے بہت سے ممالک کے غیر مسلم اسلام کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں اسلام قبول کر رہے ہیں اور اب یہ سیلاب رکنے والا نہیں ہے ..... دلیل وحجت سے اسلام ہمیشہ غالب ہے اور اپنے پھیلاؤ کے اعتبار سے بھی اب پورے عالم میں گھر گھر داخل ہو رہا ہے ۔ خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی پوری ہو رہی ہے ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ” لا یبقی علی ظھر الارض بیت مدر ولا وبر الا ادخلہ اللہ کلمۃ الاسلام بعز عزیز وذل ذلیل (زمین پر مٹی کا بنا ہوا کوئی گھر یا بالوں سے بنا ہوا کوئی خیمہ باقی نہ رہے گا جس میں اللہ ، اسلام کا کلمہ داخل نہ فرما دے ، خواہ عزت والا عزت کے ساتھ قبول کرے خواہ ذلت اختیار کرنے والا اپنی ذلت کے ساتھ جھک جائے) (مشکوٰۃ المصابیح ، صـ۱۶)

قرآن مجید میں ارشاد ہے ۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَالْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوْٓا اِلٰـھًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ سُبْحٰنَہٗ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۔ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّآ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ ۔ ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ ۔

ترجمہ : ” انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علماء ومشائخ کو رب بنا رکھا ہے اور مسیح بن مریم کو بھی ، حالانکہ اس کو صرف یہ حکم دیا گیا کہ فقط ایک معبود کی عبادت کریں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ۔ وہ ان کے شرک سے پاک ہے ، وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کو اس سے انکار ہے کہ وہ اپنے دین کو کامل کیے بغیر رہنے دے اگرچہ کافروں کو ناگوار ہو اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے ، خواہ مشرکوں کو ناگوار ہو “

اس آیت شریفہ میں یہ جو فرمایا کہ یہود ونصاریٰ نے اپنے علماء اور مشائخ کو رب بنا رکھا ہے ۔ زمانہ نزول قرآن کے وقت یہ بات تھی اور اب بھی یہی بات ہے کہ دونوں قومیں اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے منہ موڑے ہوئے ہیں جو واضح اور قطعی طور پر اللہ تعالیٰ کے آخری رسول سیدنا محمد رسول اللہ علیہ وسلم اور اللہ

کی آخری کتاب قرآن حکیم کے ذریعہ پہنچی ہے اپنے اکابر کی بات مانتے ہیں اور حق کو قبول نہیں کرتے جو لوگ حق قبول نہیں کرتے اور حق قبول کرنے نہیں دیتے وہ اس قابل کہاں ہیں کہ ان کی بات مانی جائے۔ عوام یہود ونصاریٰ خاص طور پر غور کریں اور اپنی آخرت کی فکر کریں۔

دشمنان اسلام ہمیشہ سے یہ دیکھ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اہل اسلام کے ساتھ ہے اور یہ بھی سمجھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ہماری کوششیں اسلام کے خلاف کامیاب نہیں ہیں پھر بھی اپنی ناسمجھی سے اسلام دشمنی پر تلے ہوئے ہیں، یہ جانتے ہیں کہ جو اللہ چاہے گا وہی ہوگا۔ پھر بھی اسلام کی مخالفت سے باز نہیں آتے۔ یورپ امریکہ میں لاکھوں مسلمان رہتے ہیں۔ دشمنان اسلام ان کی اذانیں سنتے ہیں، نمازیں دیکھتے ہیں .... اسلام پھیل رہا ہے چرچ بک رہے ہیں ان کی جگہ مسجدیں بن رہی ہیں پھر بھی ہوش کی آنکھیں نہیں کھولتے اور یہ نہیں سمجھتے کہ اسلام کی مخالفت کرنے سے اسلام کی اشاعت میں فرق نہیں آئے گا۔

جو لوگ کفر اور شرک والے ادیان کے ذمہ دار ہیں وہ اپنے عوام کو اسلام پر نہیں آنے دیتے اور ان کو کفر ہی پر مطمئن رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی محنتوں کے باوجود ان کے عوام کے دل اپنے دین سے مطمئن نہیں ہیں۔ سرکاری کاغذات میں پیدائشی طور پر ان کا دین لکھ دیا جاتا ہے لیکن وہ دل سے اس سے منحرف ہیں، گو زبان سے اظہار نہیں کرتے۔ یہ اسلام کی حقانیت اور دیگر ادیان کے عوام کا اپنے دینوں سے قلوب کے اعتبار سے منحرف ہونا انشاء اللہ تعالیٰ رنگ لائے گا اور وہ دن دور نہیں کہ دنیا میں اسلام ہی اسلام ہوگا۔

جو لوگ ادیان باطلہ کے داعی اور قائد ہیں وہ اپنی جانوں اور اپنے عوام کی جانوں پر رحم کھائیں اور اسلام قبول کریں اور اپنے عوام کو بھی اس کی دعوت دیں اگر یہ لوگ اسلام کی طرف آگے نہ بڑھے تو ان میں سے ہی آگے بڑھنے والے آگے بڑھ جائیں گے اور اسلام قبول کرکے ان پر لعنت کریں گے جنہوں نے اسلام سے روکا تھا، لہٰذا دنیا و آخرت کی تباہی و بربادی سے اپنے کو اور اپنے عوام کو بچائیں اور آئندہ آنے والی نسلوں کے آنے سے پہلے ہی اسلام قبول کرلیں، ہم بالکل علی الاعلان ڈنکے کی چوٹ اسلام کی دعوت دیتے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝

ترجمہ: ” جو شخص راہ پر چلتا ہے وہ اپنے نفع کے لیے راہ پر چلتا ہے اور جو شخص گمراہ ہوتا ہے سو وہ اپنے ہی نقصان کے لیے گمراہ ہوتا ہے اور کوئی شخص کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور ہم سزا نہیں دیتے

جب تک کسی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں بھیج لیتے۔"

ہماری دعوت اور ہمارا خطاب تمام اقوام عالم کو ہے، مسلمانوں کے علاوہ جتنے بھی عوام وخواص ہیں ہم نے سب کو غور وفکر کی دعوت دی ہے ہندو ہوں یا سکھ، بدھسٹ ہوں یا آتش پرست یا کسی بھی ریلیجن یا دھرم سے تعلق رکھنے والے ہوں ہماری دعوت سب کے لیے عام ہے۔ یہود ونصاریٰ کا خصوصی تذکرہ اس لیے زیر قلم آگیا کہ وہ اپنے پاس دین سماوی ہونے کے مدعی ہیں کوئی دوسری جماعت یہ نہ سمجھے کہ ہم سے خطاب نہیں ہے۔

بات یہ ہے کہ ہر شخص کو مرنا ہے، اس کے سامنے قیامت کا دن ہے، حساب کتاب ہے، پیشی ہے جو اللہ کے دین پر ہے اس کی نجات اور مکتی ہوگی اور وہ اس دن کے انعامات پائے گا اور دارالنعیم (یعنی نعمتوں کے گھر میں) داخل ہوگا اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور اگر اس دین پر موت نہ ہوئی جو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے تو بہت بڑی تباہی ہوگی اور ہمیشہ عذاب میں ہوگا۔ یہ وہ بات ہے جسے ہر وہ شخص مانتا ہے جو کسی بھی دین اور دھرم کا ماننے والا ہے، اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر شخص یہ غور کرے کہ میں جس دین پر ہوں وہ اللہ کا بھیجا ہوا دین ہے یا نہیں ..... اگر یہ دعویٰ ہے کہ اللہ کے بھیجے ہوئے دین پر ہوں تو اس کی دلیل تلاش کرے اور دلیل سے مطمئن ہونے کی فکر کرے کیونکہ یہ ہر شخص کا ذاتی معاملہ ہے اس لیے ماں باپ یا خاندان اور کنبہ اور قبیلہ اور اپنے آس پاس کے ماحول کو دیکھ کر کسی ایسے دین پر جما ہوا نہ رہے جو لوگوں کا بنایا ہوا ہے اور اس کے حق اور صحیح ہونے کی خالق اور مالک کی طرف سے کوئی دلیل نہیں ہے یہ کتنی بڑی غفلت ہے کہ مذہب بھی اختیار کیا اور عبادت اور ریاضت بھی کی لیکن خالق اور مالک کے بھیجے اور بتائے ہوئے طریقہ پر نہ کی جو دین تراش لیا ہے وہ آخرت کے دن نجات کا باعث کس طرح ہوگا، ہم نے ماں باپ اور خاندان اور ملک کے رہنے والوں اور ہم وطنوں کی تقلید کے بغیر اپنی سمجھ سے سوچا تو یہی سمجھ میں آیا کہ موجودہ دینوں میں اسلام کے علاوہ کوئی دین ایسا نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہو اور جس کی کوئی سند اور دلیل ان مذہبوں کے ماننے والوں کے پاس ہو جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہیں وہ خالق اور مالک کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے اور وہ ہی رزق دیتا ہے اور وہی حاجتیں پوری فرماتا ہے، اسے چھوڑ کر دوسروں کی عبادت کرنا کہاں تک زیب دیتا ہے ہر عقلمند اس پر غور کرے .....

اگر کسی دین اور دھرم پر چلتے رہے اور موت کے بعد یہ ظاہر ہوا کہ یہ دین باطل تھا اور وہاں سے واپس ہونے کا بھی کوئی راستہ نہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے دین کو نہ مانے اس کے لیے دائمی عذاب ہے اگر دائمی عذاب میں چلے گئے تو کیا ہوگا؟ یہ ہر شخص کے فکر کرنے کی بات ہے، فکر بھی کرے اور اپنے

ے دعا بھی کرے کہ اے اللہ ہمیں اس دین پر چلا جو آپ کے نزدیک مقبول ہے لوگوں کی
آ بیٹں اپنی فکر خود کریں اور یہ بھی نہ دیکھیں کہ اپنے باپ دادوں کا دین چھوڑ دیا تو دنیا میں کیا ہوگا
یا آزمائش کی جگہ ہے۔ حق قبول کرنے پر تکلیفیں پہنچا کرتی ہیں، حقیر دنیا چھوٹ جانے یا قوم اور خاندان
نے کی وجہ سے اپنی آخرت کی بربادی نہ کرے۔

نے جو کچھ لکھا ہے یہ سارے انسانوں کی خیر خواہی کے لیے سپرد قلم کیا ہے۔ جو دشمنان اسلام، اسلام
ں کو یا مسلمانوں کے ملکوں کو نقصان پہنچانے کے درپے رہتے ہیں ہم علی الاعلان ان سے عرض کرتے
سے آخرت کا مسئلہ حل ہونے والا نہیں، یہ دنیا یہیں رہ جائے گی ہر شخص اپنی موت کے بعد
ے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین)

مولانا ذاکر حسن نعمانی

انسان کی فضیلت کا معیار علوم و معارف اور بہترین اخلاق ہیں

امام رازیؒ کی تصنیف کتاب النفس والروح کے ایک حصّہ کا اُردو ترجمہ

پہلی دلیل اگر انسان کی سعادت قضاءِ شہوت اور غضب کی پیروی میں ہوتی تو حیوان جو اس معاملہ میں بہت قوی ہے تو وہ انسان سے زیادہ قوی اور زیادہ لطف اُٹھانے والا ہوتا مثلاً شیر غلبہ پانے میں قوی ہے۔ چڑیا شہوت میں انسان سے زیادہ قوی ہے لیکن یہ باتیں سعادت کا مدار نہیں تو ہم نے جان لیا کہ انسان کی سعادت کا تعلق ان امور کے ساتھ نہیں۔

دوسری دلیل ہر شئی سعادت اور کمال حاصل کرنے کا سبب ہے تو جو آدمی اس سبب کو جتنا زیادہ حاصل کرے گا تو اتنا ہی زیادہ سعادت مند اور باکمال بنے گا۔ اگر شہوت بطن (پیٹ) اور فرج (شرم گاہ عورت) کا پورا کرنا کمال اور سعادت ہوتی ہو تو جو آدمی اس میں جتنا زیادہ مشغول ہوتا وہی بلند مرتبہ اور باکمال انسان ہوتا۔ حالانکہ معاملہ برعکس ہے۔ کیونکہ جو آدمی حاجت سے زیادہ کھائے تو باعث نقصان ہے۔ لوگ اس کو حریص اور رذیل کہیں گے۔ یہی حال تمام بدنی لذتوں کا ہے۔ پتہ چلا کہ شہوتوں کا پورا کرنا سعادت اور کمال نہیں بلکہ صرف حاجات پوری کرنی ہیں۔

تیسری دلیل انسان تمام حیوانات کے ساتھ کھانے پینے کی لذت میں شریک ہے۔ اگرچہ نچلے درجے کا جانور ہو۔ اگر اس قسم کی لذت کو انسان کی فضیلت سمجھا جائے تو انسان حیوانات پر فضیلت حاصل نہیں کر سکتا کیوں کہ گبریلہ (ایک کیڑا جو گوبر میں رہتا ہے) سرگین (گوبر) کھا لے سے لذت حاصل کرتا ہے جیسے انسان شکر اور اس جیسی اشیاء سے لذت حاصل کرتا ہے۔ اگر انسان کی سعادت حسی لذتوں پر موقوف ہوتی تو یہ بھی ایک گھٹیا جانور بن جاتا۔ حالانکہ ایسا بالکل نہیں۔ پس ہم کہتے ہیں کہ تمام گھٹیا جانور انسان کے ساتھ ان بدنی لذتوں میں شریک ہیں لیکن انسان قوت عقلی کی وجہ سے ان لذتوں کو کنٹرول میں رکھتا ہے۔ انسان جب اپنے ماضی میں غور کرتا ہے تو وہ لذتیں اگر بڑھیا اور

اچھی تھیں تو اُن کے ختم ہونے کی وجہ سے اس کے دل کو دُکھ پہنچتا ہے اور اگر اس نے
تکالیف اٹھائی ہوں تو پھر بھی اسی کے دل میں دُکھ ہوگا اس کے یاد کرنے سے اور اگر اپنے
پر غور کرے تو اس کے پاس جو کچھ ہے اس پر راضی نہیں ہوگا بلکہ نفس کو زیادتی کی طمع دلائے
اگر اپنے مستقبل میں غور کرے گا تو اس کا علم اس کو حاصل نہیں ہو سکتا ۔ تو اس پر شدید خوف
معلوم ہوا کہ گھٹیا حیوانات انسانوں کے ساتھ بدنی اور حسی لذتوں میں شریک ہیں ۔ لیکن
اپنی عقل کی وجہ سے ان میں کمی پیدا کرے گا ۔ لیکن حیوانات ایسا نہیں کر سکتے کیوں کہ ان میں ع

چوتھی دلیل

اگر ان لذات حسیہ کی حقیقت میں غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ لذتیں نہیں
تکالیف دور کرنے کا ذریعہ ہیں ۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ انسان جتنا زیاد
ہوگا اتنا ہی زیادہ کھانے سے لذت حاصل کرے گا ۔ اگر بھوک کم ہو تو کم کھانے سے لطف
اسی طرح اگر انسان کو جماع کیے ہوئے زیادہ عرصہ گزر چکا ہو اور منی اپنے مقام میں زیادہ جمع
تو طبیعت پر شدید بوجھ بھی ہوگا اور اضطراب بھی تو ایسی حالت میں منی نکلنے کی لذت زیادہ
وجہ ہے کہ جو کافی عرصہ بعد جماع کرتا ہے وہ بہ نسبت اس آدمی کے جو کم وقفے کے ساتھ
سے زیادہ لطف اندوز ہوتا ہے ۔ تو یہ بات ثابت ہو گئی کہ جن احوال کو جسمانی لذت سمجھا جاتا
میں صرف اپنے تکالیف دور کرنے ہوتے ہیں ۔ کپڑے پہننے سے جو لذت حاصل ہوتی اسی کا
حال ہے ۔ کپڑے پہننے سے گرمی یا سردی کی تکلیف دور ہو گی ۔ جب لذت جسمانی کا حاصل دفع
سعادت انسانی دفع آلام (تکالیف کا ختم ہونا) بھی نہیں ۔ کیونکہ یہ بات تو اس وقت بھی حاصل ہ
یہ آلام (تکالیف) سرے سے ہوں ہی نہیں ۔ معلوم ہوا کہ سعادت انسانی ان احوال کے علاو
چیز ہے ۔

پانچویں دلیل

انسان کھانے پینے جماع اور مقابل کو تکلیف پہنچانے میں تمام حیوانات
شریک ہے ۔ یعنی ایک جیسے ہیں اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ انسان م
حیث انہ انسان بہتر ہے انسان من حیث انہ حیوان سے ۔ اس حیوانی حیثیت سے ا
حیوان میں اچھی اور بری جہتوں میں مساوات لازم ہو جائے گی ۔ تمام خصلتیں باعث کمال و شر
جائیں گی ۔ اور یہ محال ہے ۔

چھٹی دلیل

یہ بات بداہتہً معلوم ہے کہ فرشتوں کی خوشی اور سعادت مندی اڑنے ا
والے حیوانات اور زمین پر چلنے والے کیڑے مکوڑوں سے زیادہ ہے

بھی کوئی نزاع نہیں کہ فرشتے کھانے پینے اور جماع کی لذت سے محروم ہیں۔ اور نہ اس بات میں نزاع ہے
کہ یہ گھٹیا جانور ملائکہ مقربین سے بہتر اور برتر نہیں۔

جان لو! تم کو یہاں ایک اور اچھی اور قوی دلیل بتاتے ہیں جو گزشتہ تمام دلیلوں سے بڑھ کر ہے۔
وہ یہ کہ واجب الوجود کے جلال شرف، عزت اور کمال کے ساتھ کسی غیر کے احوال کی کوئی نسبت نہیں۔
اور یہ گھٹیا لذتیں اللہ تعالیٰ کے لیے ممتنع ہیں۔ معلوم ہوا کہ کمال اور شرف ان لذات جسمانیہ کے علاوہ
دیگر احوال کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ اللہ کو یہ کمال اس لیے حاصل ہے کہ وہ اِلٰہ ہے۔
یعنی الوہیت کی وجہ سے۔ اور اُلوہیت مخلوق میں محال ہے (یعنی کمال کے لیے الوہیت ضروری ہوئی
اور انسان اس سے عاری ہے۔ لہذا یہ بات کہنا کہ اللہ کا کمال اس لیے ہے کہ لذات جسمانیہ اس
کے لیے ثابت نہیں صحیح نہیں از مترجم) جواب اس میں کوئی جھگڑا نہیں کہ الوہیت مخلوق کے حق میں محال
ہے۔ لیکن حضورؐ کا فرمان ہے تخلقوا باخلاق اللہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اخلاق کے ساتھ خود کو آراستہ
کرو۔ تو ہم پر واجب ہے کہ تخلق کا معنیٰ جاننے کی کوشش کریں۔ یہاں تک کہ پتہ چل جائے کہ انسان کا
کمال اس تخلق کی وجہ سے ہے نہ کہ جسمانی لذتیں حاصل کرنے سے۔ اور یہ تخلق کھانے پینے سے نہیں بلکہ
حاجات ختم کرنے اور نیکیوں سے حاصل ہوگا۔

ساتویں دلیل جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ انسان کی سعادت بدنی لذتوں میں ہے جب کسی انسان
کو دیکھیں جو ان لذتوں سے اعراض کرتا ہے مثلاً ہمیشہ روزہ رکھتا ہے مباح اشیاء
پر اکتفاء کرتا ہے لذتوں کے پیچھے نہیں پڑتا تو ان لوگوں کی ایسے آدمی کے ساتھ عقیدت مندی بڑھ جاتی
ہے اور گمان کرتے ہیں کہ یہ انسان کوئی بشر نہیں بلکہ ملائکہ کے گروہ سے ہے اور خود کو اس انسان کے
مقابلہ میں بدبخت اور گھٹیا تصور کرتے ہیں۔ اور اگر کسی ایسے انسان کو دیکھیں جو اکل و شرب اور جماع میں
مستغرق ہو اور یہی اس کا مقصد ہو۔ علم، عبادت اور زہد سے منہ موڑنے والا ہو تو پھر لوگ اس کو [illegible]ان
خواہش پرست بے کار اور رسوا جیسے بُرے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ اگر سعادت لذتوں میں ہوتی اور ان
سے اعراض نقصان ہوتا تو لوگ اس قسم کا فیصلہ نہ کرتے جب حقیقت اسی طرح ہے جیسے ہم نے بیان
کی تو ہماری بات کی صداقت ثابت ہوگی۔

آٹھویں دلیل ہر شئی میں فی نفسہٖ کمال اور سعادت ہے تو واجب تھا کہ اس کے اظہار سے نہ شرماتا
بلکہ اس کے اظہار پر فخر کرتا اور اسی کے کرنے میں نجات سمجھتا۔ لیکن ہم اچھی طرح
جانتے ہیں کہ کوئی عقل مند بھی زیادہ کھانے پینے اور نہ زیادہ نکاحوں پر فخر نہیں کرتا۔ اور نہ اس پر فخر کرتا ہے

کہ سارا وقت ان امور میں گزرتا ہے اور لوگ جماع کے لیے تنہائی تلاش کرتے ہیں۔ لوگوں کے سامنے کوئی عقل مند بھی اس کی طرف قدم نہیں اٹھائے گا۔ یہ اسی بات کی دلیل ہے کہ یہ ایک گھٹیا اور قابل شرم کام ہے۔ اسی طرح بے وقوفوں کی عادت ہے کہ ایک دوسرے کو جب گالی دیتے ہیں تو جماع کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اگر کوئی بے وقوف آدمی لوگوں کے مجمع میں یہ کہے کہ فلاں اس طرح اپنی بیوی کے ساتھ جماع کرتا ہے تو وہ آدمی اس کلام کو سن کر شرمائے گا بلکہ اس کو تکلیف ہوگی کہ یہ بے وقوف میرے بارے میں کیا کہہ رہا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ فعل کمالات اور سعادت میں سے نہیں بلکہ باطل اور قبیح عمل ہے۔

نویں دلیل ہر حیوان کا زیادہ میلان کھانے پینے اور دوسروں کو ایذاء دینے کی طرف ہوتا ہے جس جانور میں ریاضت و مشقت قبول کرنے کا مادہ کم ہو تو لوگوں میں اس کی قیمت کم ہوگی جس حیوان کی رغبت کھانے پینے کی طرف کم ہو وہ مشقت جلد قبول کرے گا اور لوگ اس کی زیادہ قیمت لگائیں گے۔ کیا تو دیکھتا نہیں کہ جو گھوڑا مشقت والا حملہ آور، سدھا ہوا اور تیز دوڑنے والا ہو تو زیادہ قیمت پر خریدا جاتا ہے۔ دبلا گھوڑا زیادہ دوڑنے اور آگے نکلنے والا ہوتا ہے بڑے پیٹ والے اور فربہ گھوڑے سے۔ اور ہر ایسا گھوڑا جو مشقت کا عادی نہ ہو۔ اسی پر پالان رکھ کر سامان لادا جائے اور اس کو گدھے کے مقابلہ میں لا جائے تو بھی یہ کم قیمت پر بکا جائے گا۔ جب حیوانات کی ایک دوسرے پر برتری اور فضیلت کھانے پینے کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ کوئی اور وجہ ہے تو تیرا حیوان ناطق عاقل (انسان) کے بارے میں کیا خیال ہے۔

دسویں دلیل زمین کے انتہائی کناروں پر رہنے والوں کی عقلیں۔ اخلاق اور علوم و معارف پایہ تکمیل تک پہنچ نہیں پاتے تو انتہائی گھٹیا کمینے اور رذیل ہوتے ہیں۔ کیا تو دیکھتا نہیں کہ اقلیم اوّل کے رہنے والے زنوج اور اقلیم ہفتم والے صقالبہ جن کا معارف حقیقیہ اور اخلاق فاضلہ میں حصہ کم ہے تو عقلوں میں ان کا مقام و مرتبہ کم ہے بلکہ ان کو گھٹیا سمجھتے ہیں۔ اور دنیا کے وسط میں رہنے والوں نے جب علوم و معارف حقیقیہ اور اخلاق فاضلہ سے خود کو آراستہ کر لیا تو ضرور ہر آدمی یہ اقرار کرے گا کہ یہ لوگ انسانوں کے بہترین گروہ اور اچھے انسان ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انسانی فضیلت اور کمال کا اظہار علوم و معارف اور بہترین اخلاق کے ساتھ ہوگا نہ کہ کھانے پینے اور جماع کی وجہ سے۔

سلسلۂ مطبوعات مؤتمر المصنفین (۳۲)

صحبتے با اہلِ حق

افادات

محدثِ کبیر شیخ الحدیث مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کے اُن ارشادات و ملفوظات کا مجموعہ
جن میں عصرِ حاضر کے ذوق و مزاج کے مطابق زندگی کی اصلاح کا پیغام
ایمان و یقین کی احسانی کیفیت پیدا کرنے کا وافر سامان اور حکایات و تمثیلات
کے پیرائے میں تصوف اسلامی کا عطر اور علوم و معارف کا لُبِّ لباب آ گیا ہے

پیش لفظ : مولانا سمیع الحق مدیر الحق
ضبط و ترتیب : مولانا عبد القیوم حقانی

مؤتمر المصنفین
دار العلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک ○ پشاور
عمدہ طباعت مضبوط جلد بندی صفحات ۴۰۸ قیمت ۵۰ روپے

بہترین ذائقے کی عظیم الشّان روایت
رُوح افزا
مشروبِ مشرق
مفرّح پھلوں، مؤثر جڑی بوٹیوں، صحت بخش سبزیوں
اور شاداب پھولوں سے تیار کیا جانے والا
حکمت و مہارت کا شاہ کار، رُوح افزا جسم و جاں کو گرمی کی
شدّت سے محفوظ رکھتا ہے، تازگی اور توانائی بخشتا ہے۔
مخصوص و منفرد ذائقے اور بے مثال خواص کی
وجہ سے خوش ذوق شائقین کی اوّلین پسند رُوح افزا
— اس صدی کا سب سے بہتر مشروب
رُوحِ ثقافت
رُوح افزا
مدینۃ الحکمۃ: تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ

جناب شفیق الدین فاروقی

دار العلوم کے شب و روز

- امسال بھی حسب معمول مورخہ ۲۲ شوال بروز بدھ جامعہ دار العلوم حقانیہ کے تعلیمی سال کی افتتاحی تقریب جامع مسجد دار العلوم میں منعقد ہوئی اکابر اساتذہ، مشائخ طلبہ اور معززین نے بھاری تعداد میں شرکت کی شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ نے سنن ترمذی کا درس دیا دار العلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے افتتاحی سال کی مناسبت سے مفصل خطاب فرمایا جسے اگلی اشاعت میں ہدیہ ناظرین کیا جائے گا۔
- سال رواں کے آغاز میں غیر ملکی طلبہ میں تاجکستان کے علاوہ چین، تھائی لینڈ، داغستان اور چیچنیا (قازقستان) کے طلبہ کو بھی داخلے دیئے ہیں وہ طلبہ جو اردو، پشتو نہیں جانتے ان کے لیے ان کی اپنی زبان میں باقاعدہ تعلیم کا اہتمام کیا گیا ہے۔
- حسب معمول اس سال بھی درجہ تخصص فی الفقہ میں طلبہ نے کثیر تعداد میں درخواستیں دیں ان کا باقاعدہ تحریری امتحان لیا گیا اور کامیاب ہونے آٹھ طلبہ کو باضابطہ طور پر داخلہ دے دیا گیا۔
- ۱۵ر شوال سے ۲۱ر شوال تک باضابطہ قدیم اور جدید طلبہ کے داخلے ہوتے رہے دار العلوم کے نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کی سرپرستی میں اساتذہ اور انتظامیہ کی ایک ٹیم باقاعدہ اس کام کی ذمہ داریاں باحسن وجوہ انجام دیں داخلہ کے خواہشمند جدید طلبہ سے باضابطہ تحریری امتحانات اور انٹرویوز لیے جاتے رہے تمام درجات کی طرح اس سال بھی دورۂ حدیث میں طلبہ کے اژدحام کا ماضی والا حال رہا دار الحدیث کو اپنی تنگ دامنی کی شکایت ہے لہذا دورۂ حدیث کے اسباق مسجد میں ہو رہے ہیں اور دار الحدیث کو درجہ موقوف کے لیے درس گاہ قرار دیا جا چکا ہے کچھ عرصہ تک جدید زیر تعمیر وسیع ترین سیمنار ہال مکمل ہونے پر دورۂ حدیث کے اسباق وہاں منتقل کر دیئے جائیں گے۔
- مولانا عبد القیوم حقانی اسلامک اکیڈمی مانچسٹر کی دعوت پر ۲۴ دسمبر ۱۹۹۴ء کو برطانیہ کے لیے روانہ ہوئے جہاں انہوں نے انگلینڈ اور اسکاٹ لینڈ (برطانیہ کے دو بڑے صوبوں) کے اکثر شہروں میں مختلف مقامات پر دعوت و تبلیغ کا کام کیا مساجد، مختلف ہالوں اور چرچوں میں ان کی تقاریر ہوئیں ۲۴ر فروری ۱۹۹۵ء کو برطانیہ سے عمرہ کے لیے حرمین شریفین آئے اور عمرہ کی سعادت حاصل کر کے ۱۱ر مارچ کو واپسی ہوئی۔

مولانا عبدالقیوم حقانی

تعارف و تبصرۂ کتب

تبصرہ کتاب کی مجموعی حیثیت پر کیا جاتا ہے تمام جزئیات سے ادارہ کا اتفاق نہیں

ماہنامہ الفرقان تبلیغی جماعت دارالعلوم الاسلامیہ مظفر آباد کا ترجمان مجلہ الفرقان کی خصوصی اشاعت "تبلیغی جماعت" بھی شائع ہو گئی ہے ۱۲۸ صفحات کے اس خصوصی شمارہ میں حضرت مولانا محمد الیاس رح کی برپا کردہ تبلیغی تحریک کے مختلف پہلوؤں، بانی تحریک کے سوانح اور دعوت و تبلیغ کی ضرورت اور متعلقہ دسیوں عنوانات پر نافع اور مفید ترین مضامین شریک اشاعت ہیں، مدیر مسئول قاضی محمود الحسن کے ذوق ترتیب و تالیف کا بہترین ثمرہ، تبلیغی کارکنوں کے لیے انمول تحفہ۔ ملنے کا پتہ! الفرقان دارالعلوم الاسلامیہ چہتر دومیل مظفر آباد کشمیر۔

معاشرہ جدیدیت اور اسلام محمد موسیٰ بھٹو کے وقیع مضامین کا مجموعہ، عنوان سے کتاب متعارف اور مافیہا کی آئینہ دار ہے جس میں اسلام کے اخلاقی نظریئے، مغربی تہذیب کا مقابلہ موجودہ میں ہمہ جہتی بگاڑ عورت کی آزادی، علماء کا کردار، فرقہ واریت، نیشنل ازم وغیرہ جیسے اہم موضوعات پر سیر حاصل تبصرے کیے گئے ہیں صفحات ۲۴۱ کمپیوٹر کتابت اور خوبصورت ٹائیٹل قیمت صرف ۳۰ روپے۔ ملنے کا پتہ! سندھ نیشنل اکیڈمی ٹرسٹ ۱۱۸۶ پیپلز کالونی لطیف آباد نمبر ۲ حیدرآباد سندھ

خواجہ محمد خان اسد احوال و آثار تالیف راشد علی زئی صفحات ۳۰۹ قیمت ۱۸۰ روپے خواجہ محمد خان اسد علاقہ چھچھ کی عظیم علمی شخصیت، ادیب، اور شاعر اور کتابوں کا عمدہ ذوق رکھنے والے ایک باکمال انسان تھے "میرا کتب خانہ، علاقہ چھچھ میں ان کی ایک معروف ذاتی لائبریری ہے ان کے لائق اور ہونہار فرزند راشد علی زئی جو ماہنامہ صدف کے مدیر بھی ہیں، نے اپنے عظیم والد کے سوانح و افکار، سیرت و کردار اور علمی افادات کو زیر تبصرہ کتاب میں مرتب کر کے محفوظ کر دیا ہے جو علمی ادبی اور تاریخی حلقوں کے لیے ایک نادر علمی تحفہ ہے اگر ٹائیٹل اور اندرون کے صفحات میں تصاویر کے گناہ سے بچا جاتا تو یہ کتاب مرحوم کی روح کے لیے مزید تسکین صدقہ جاریہ اور باعث اجر و ثواب بنتی، یقیناً دوسرے ایڈیشن میں مرتب اس گناہ کا ارتکاب نہیں کریں گے کتاب مجموعی حیثیت سے بہرحال علمی ادبی اور نافع ہے۔

انسانیت شیطان کی گرفت میں

مرتب مولانا حافظ مشتاق احمد عباسی مدظلہ صفحات ۳۱۴ ، قیمت درج نہیں ۔

ناشر ! ادارہ صدیقیہ گارڈن ویسٹ کراچی ۳

حضرت مولانا حافظ مشتاق احمد عباسی مدظلہ جواں سال عالم ، مدرس اور صاحب تصنیف و تالیف ہیں گذشتہ کئی سالوں سے ان کی کتاب پہ کتاب آرہی ہے اور علمی و دینی حلقوں میں شرف قبولیت اور پذیرائی حاصل کر رہے ہیں موصوف ماہنامہ الہادی کے مدیر بھی ہیں "انسانیت شیطان کی گرفت میں" ان کی تازہ ترین تالیف ہے جو علامہ ابن جوزیؒ کی تلبیس ابلیس ، ابن حجر ہیتمی کی زواجر ہندی اور شبیر حسین چشتی نظامی کی "جنات کے پراسرار حالات" کے علاوہ اکابر علماء دیوبند کے افادات سے ماخوذ ہے ۔ شیطان ایک عظیم دشمن ہے کبھی رہبر کی شکل میں ، کبھی مصلح کی شکل میں ، کبھی وساوس کی شکل میں اور کبھی نیکی کی شکل میں حملہ آور ہوتا ہے پیش نظر کتاب میں اس کے داؤ فریب سے بچنے اور راہ ہدایت اپنانے کے طریقے بتائے گئے ہیں شیطانی قوتوں کی طریق واردات اور اس سے حفاظت کے اسباب کی نشاندھی کی گئی ہے بے حد مفید اور نافع ہے ہر مسلمان کے لیے اس کا مطالعہ ضروری ہے ۔

خطبات دینپوری ۲ جلد

مرتب ۔ قاری جمیل الرحمن اختر صفحات جلد اوّل ۲۸۴ جلد دوم ۳۵۲ قیمت درج نہیں ۔ ناشر انجمن خدام الاسلام باغبانپورہ

حضرت مولانا عبدالشکور دینپوری ، ایک درویش صفت عالم دین ، مجاہد فی سبیل اللہ ، علماء حق کے مشن کے علمبردار ، توحید کے داعی اور ایک صاحب طرز خطیب تھے انہوں نے تمام عمر حق و صداقت کا پھریرا لہرایا اور صداقت و خلوص سے دین حقہ کی دعوت دی اپنی مخلصانہ خطابت کا سکہ جمایا حضرت مولانا قاری جمیل الرحمن اختر نے ان کے خطبات کو ان ہی کے الفاظ میں نقل کر کے خطبات دینپوری دو جلدوں میں مرتب فرمائی جو واقعۃً ایک علمی تحفہ ، علماء و واعظین اور خطباء کے لیے ایک نادر شہ پارہ اور عامۃ المسلمین کے لیے نافع مطالعاتی سوغات ہے کسی بھی لائبریری کو اس سے خالی نہیں ہونا چاہیے طلباء مدارس عربیہ بھرپور استفادہ کر کے فن خطابت میں اپنے روشن مستقبل کی راہ بنا سکتے ہیں ۔

مسنون دعائیں

ایک مسلمان کی زندگی اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اور ہدایات کا نمونہ ہونا چاہیئے آپ نے صبح سے لے کر شام تک جو اعمال کیے ہیں سراسر ہدایت اور امت کے لیے اسوۂ حسنہ ہیں ان اعمال حسنہ میں آپ کی شب و روز کی دعائیں جو بمقتضائے حدیث عبادت کا مغز اور جوہر « مخ العبادۃ » ہیں حضرت مولانا حفظ الرحمن الاعظمی الندوی مدظلہ نے جیبی

سائز کے اس کتابچہ "مسنون دعائیں" میں بڑی محنت و کاوش سے سیرت و تاریخ کے مستند حوالوں سے انسانی معمولات کے تمام مراحل کی تمام مسنون دعائیں یکجا کر دی ہیں جن میں بندگی کا اظہار بھی ہے اور خیر و برکت کا ذریعہ بھی، یہ دعائیں ہر شخص کے جیب ہی میں نہیں دل میں ہونی چاہیئے ۶۸ صفحات کا یہ کتابچہ دارالکتاب الاسلامی ابراھم پور ضلع اعظم گڑھ یوپی بھارت سے دستیاب ہے۔

فضائل و مسائل رمضان شریف

حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنی، بلند پایہ محقق مصنف محدث اور سلفِ صالحین کے مسلکِ حقہ و معتدلہ کے شارح و ترجمان ہیں کئی کئی مجلدات پر شامل بیسیوں کتابوں کے مصنف ہیں جوار رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے فیض و برکات کو مزید پھیلا دیا ہے زیر تبصرہ رسالہ بھی ان ہی کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے ۵۶ صفحات کی یہ کتاب اپنی موضوع جامع نافع اور موثر اور عمل انگیز ہے قرآن و سنت، احادیث اور مستند فقہی حوالہ جات سے رمضان کے فضائل کے ساتھ اہم مسائل کا احتواء کیا گیا ہے جامعہ کبریا کے مہتمم حضرت مولانا مفتی محمد اقبال صاحب علوی اس کے ناشر ہیں مہتمم جامعہ کبریا حاجی کیمپ راولپنڈی کے نام خط لکھ کر یہ کتاب حاصل کی جا سکتی ہے۔

یا نبی سلام علیک

از پروفیسر محمد افضل رضا صفحات - ۱۱۲ - قیمت ۲۵ روپے
ملنے کا پتہ ! ادارۃ العلم والتحقیق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔

اسلامی ادبیات میں نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گلِ سرسبد کی حیثیت حاصل ہے پشتو زبان میں نعت کا وجود پشتو کا ہمزاد اور ہم سن ہے شریعت اور ادب کے دائرے میں رہ کر عقیدت اور محبت کا اظہار فن نعت گوئی کا جوہر ہے بقول عرفی یہ تلوار کی دھار پہ چلنے کے مترادف ہے اس مقدس فرض سے وہی شخص عہدہ برآ ہو سکتا ہے جس نے قرآن و حدیث کا بدقت نظر مطالعہ کیا ہو پیش نظر کتاب پشتو زبان میں بارگاہ نبوت میں حسن عقیدت کا ایک گلدستہ ہے پروفیسر محمد افضل رضا نے معنوی خوبیوں کی طرح اس کی طباعت میں جس حسنِ ذوق کا ثبوت دیا ہے وہ اس کتاب کے شایان شان ہے یہ نعتیہ کلام محض عقیدت کا اظہار ہی نہیں جذبے کی حدت اور خیال کی ندرت کا مرقع بھی ہے لب و لہجے کے اعتبار سے پروفیسر افضل رضا صاحب رحمٰن بابا اور خوشحال خان کے قبیلے کے شاعر معلوم ہوتے ہیں جنہوں نے نعت کو تخلیقی سطح پر محسوس کر کے عقیدت اور شعری حسن کا امتزاج دکھایا ہے۔

پروفیسر صاحب پیشہ ور شاعر نہیں وہ صوابی کالج کے پرنسپل ادیب مصنف اور ایک مشفق اتالیق ہیں شاعری ان کے لیے عقیدت کے اظہار کا وسیلہ ہے لیکن انہوں نے عقیدت تک اپنے آپ کو محدود نہیں رکھا بلکہ عقیدت کو شاعری میں بدل دیا ہے اور زیر تبصرہ کتاب اسی کا مظہر ہے کتابت عمدہ، کاغذ بہترین، ٹائٹل شاندار اور قیمت بھی معقول صرف ۲۵ روپے

مچھروں سے مکمل نجات حاصل کیجئے
Vape mat
FUMAKILLA
FUMAKILLA
Vape mat f
ELECTRONIC
MOSQUITO
DESTROYER

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۝

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.